REGD NO- H 328

رجسٹرڈ نمبر ایچ - ۳۲۸

The DAYAL MONTHLY

جلد ۳۰ - بابتہ ماہ نومبر و ڈسمبر سنہ ۱۹۷۰ء شمارہ ۹، ۱۰

وگیان رامائن

جلد اول

فی کتاب
دو روپے

مصنفہ مولفہ
مہرشی شیوبرت لال جی مہاراج ایم اے

پرکاشک

شیو ساہتیہ پرکاشن منڈل رادھا سوامی جنرل ست سنگ
پوسٹ ہنمکنڈہ —— ورنگل (اے پی)

وگیان رامائن

مہا پر بھو شری رامچندر آنند کند کا منوہر اور منورنجن چرتر وگیان کی درشٹی سے

مہاراج گوسائیں تلسی داس جی کی رامائن کے

آدھار پر جس کو اگر کوئی چاہے تو آدھیاتم رامائن، گھٹ رامائن، گیان رامائن

آتم رامائن، ویدانت رامائن بھی کہہ سکتا ہے۔ نثر کے سلسلہ میں ہر طرح کے

استعارات اور تشبیہات کی بندشوں سے مرصع اور ہر قسم کے رسوں سے مکمل

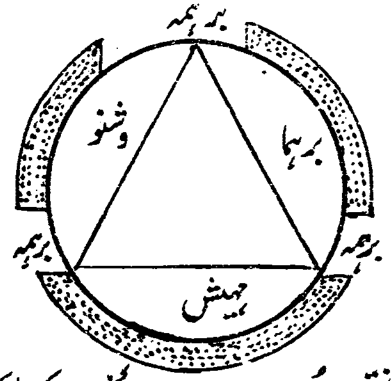

نانا بھانتی رام اوتارا رامائن ست کوٹ اپارا

مصنفہ و مؤلفہ

مہرشی شیوبرت لال ورمن ایم اے

پوری مکمل کتاب کی قیمت چھ روپے فی کتاب دو روپے ---- (بار سوم)

پبلشرز مہانند و سنگھ ایڈیٹر رسالہ دیال

رادھا سوامی جنرل ست سنگ۔ پوسٹ۔ شکر گڑھ۔ (دنگل) اے پی

وِگیان رامائن

منگلا چرن

رادھاسوامی چرن کمل پر۔ بار بار بل جاؤں
۱ تن من کی سب سُدھ بساروں۔ نس دن گورو گن گاوں
گورو میرے جان پران سے پیارے۔ گورو آنکھوں کے تارے
۲ گورو کی دیا سادھ کی سنگت۔ جاؤں بھوجل پارے
گورو رکشک گورو داتا دانی۔ گورو کا لیوں سہارا
۳ گورو کے چرن شیش پر دھارے۔ کال کرم تھک ہارا

گورو مورتی ہے آن براجی۔ گھٹ میں کروں گورو سیوا
۴ تن، من، دھن اور سیس ارپ کر۔ جانوں اور نہ دیوا
چھن چھن پرتی چھن گورو آرت ٹھانوں۔ گورو سے نیہہ لگاؤں
۵ سُرت شبد کی کروں کمائی۔ انت پرم پد پاؤں
بن گورو بھگتی بویک نہ ہوئی۔ گورو بن گیان نہ پائے
۶ کرم دھرم سب دھوکا جانو۔ جب لگ گورو نہ چتائے
گورو کا انگ ہردے جب دھارا۔ مٹا تمر اگیانا
۷ گھٹ سے جوت سوت بہہ نکسی۔ پرگٹا سوروگیانا
گورو کے چرن پہ پریت بھئی گاڑھی۔ سمجھ پڑی گورو بانی
۸ من پر تیت پریم رس پاگا۔ مل گئی شبد نشانی
جوگ براگ ہردے پرکاسا۔ سوجھا سکل پسارا
۹ الکھ اگم کی گم جب پائی۔ مٹا موہ سنسارا
پڑھ پڑھ کر بہو دوس گنوائے بدھی ولاس میں بھولے
۱۰ درشٹی کھلی جب گورو کرپا سے۔ پریم ہنڈولے جھولے
کوٹی جنم سے دھوکا کھایا۔ ملا نہ ٹھور ٹھکانا
۱۱ دھنیہ دھنیہ گورو جہا تیری سنت نام دیا دانا

مان نہ مانگوں ۔ سدھی نہ مانگوں ۔ ردھی میں چت نہیں لاؤں
۱۲ جنم جنم پد کمل کی سیوا ۔ یہی پدارتھ پاؤں
سمرن نام دھیان گورو مورتی ۔ بھجن شبد ست سارا
۱۳ ترپا ترپاتیت نہ چاہوں ۔ رہوں سکل سے نیارا
گورو میرے مات پتا سمبندھی ۔ گورو سے نا تا جوڑوں
۱۴ بھو کی لوک لاج سب تیاگوں جگت سے منھ کو موڑوں
جو میں داس تمہارا دیا ندھی ۔ ہت چت من ۔ کرم ۔ بانی
رادھا سوامی چرن شرن بلہاری ۔ بخشو پد نربانی

○

ہے۔ تب اس سے جو زبردست دھار پھوٹ نکلتی ہے۔ اور اس جگت کے نقص کو مٹا کر اس کی اصلاح کر دیتی ہے۔ تب اس کا نام اوتار ہو جاتا ہے۔ اوتار سنسکرت کے مادہ اُو (اوپر) اور تری (پار کرنے) سے نکلا ہے۔ اس کا مطلب اُوپر سے اُترنے کا ہے۔ چونکہ یہہ برہمانڈی من کی دھار۔ برہمانڈ سے اُتر کر پنڈ دیش میں آتی ہے۔ اس لئے وہ اوتار یعنی اُتری ہوئی نام پاتی ہے۔

مہاپرشو رام چندرجی۔ کرشن بھگوان۔ بُدھ بھگوان وغیرہ برہمہ کے اوتار مانے گئے ہیں۔ جو دراصل برہمہ کے اوتار تھے اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ من کی دھاریں یوں تو ہمیشہ ہی پنڈ دیش یعنی نظام جسمانی میں اتر کر کام کرتی رہتی ہیں۔ یہہ من ہی تو ہے۔ جو ایک استھان کا ابھیمانی کہلاتا ہوا۔ اس شریر میں سرب استھانی اور سرب ویاپک ہے۔ وہی آنکھ میں بیٹھ کر دیکھتا ہے۔ کانوں میں بیٹھ کر سنتا ہے۔ اور ہاتھوں میں بیٹھ کام کرتا ہے۔ اگر وہ ان معاملات میں نہ اُترے تو ان کا کام کبھی نہ ہو۔ ساماتیہ طور پر تو یہہ اُترا ہوا ہی ہے۔ لیکن جب پنڈ میں کوئی مشکل کام آن پڑتا ہے۔ خواہ کوئی نقص کی حالت پیدا ہو جاتی ہے تب من کی وشیش طاقت دھار کی شکل میں اُتر کر اس کام کو آسان کر دیتی ہے اور اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ یہہ روز دیکھنے

نشان ہے۔ اس سے زیادہ اس کی بابت کچھ کہا نہیں جا سکتا ہے مگر یہاں پر اس بات کا پتہ بتا دینا ضروری اور لازمی ہے کہ یہہ تینوں حالتیں استھول سوکشم اور کارن کی چوٹی پر تریا ہوتی ہے جس کے پرکاش سے اُن کا اصلی رُوپ دیکھا جاتا ہے۔ مگر وہ تُریا جو سُب سے اونچی ہے۔ وہ ستّ لوک کے نزدیک اور سمیپ میں ہے۔ گویا یہہ تُریا میں پنتھائی کو اپنے گھٹ کے رُوحانی منازل پار کرنے پر ملتی ہیں۔ مگر شاغل کا اشٹ اور آدرش وہ تُریا پد نہیں ہے جو چوتھا پد کہا گیا ہے۔ جب ابھیاسی اس کو پالیتا ہے۔ تب وہ اس سے بھی نیارا ہو کر تریاتیت پد میں چلا جاتا ہے۔ یہہ پانچواں پد۔ چوتھے پد سے ولکشن نہیں ہے۔ ان پانچوں کا اشارہ گورونانک صاحب کی بانی میں اس طرح پر آیا ہے۔

(پنچ شبد دھنکار دھن۔ باجے شبد نشان)

دوسرا پرکرن

اوتار وشئے

رامائن میں برہمہ پدتک کا رمز یا بھید قصّہ کہانی کے سلسلہ میں بتا دیا گیا ہے۔ برہمہ نام ہے۔ پھیلے ہوئے محیط کل جوہر اور تتو کا جس کے آدھار پر اس جگت کا سارا کھیل ہوتا رہتا ہے اور جب اس کھیل میں کوئی اگیان کے کارن کوئی دکھ آن پڑتا

رادھا سوامی سہائے

ارپن پتر

حضور معلی و مقدس ست گورو رائے سالگرام صاحب بہادر (رادھا سوامی)

دیال کے چرن کمل میں پریم پریت سے سمرپن

نج من تو نیچا کیا۔ چرن کمل کے ٹھور
کہیں کبیر گورو دیو بن۔ نظر نہ آوے اور
گورو ملے ستیل بھیا۔ مٹی موہ تن تاپ
نس باسر سکھ ندھی لہوں۔ انتر پرگٹے آپ
مل مل کھیلوں شبد میں۔ انتر رہی نہ ریکھ
سمجھے کا مت ایک ہے۔ کیا پنڈت کیا شیخ
الکھ لکھا لالچ لگا۔ ست گورو دینی سین
نج من دھسنا سروپ میں۔ کہت نہ آوے بین
گن اندری سہج گے۔ ست گورو کری سہائے
گھٹ میں نام پرگٹ بھیا۔ بک بک مرے بلائے

داسوں کا داس۔ سیوکوں کا سیوک
داس اور سیوکوں میں سب سے ادھم
خوش نصیب شیو لاہور

خاص ہدایت

مکرمی منشی سورج نارائن صاحب مہر ایڈیٹر ساد ھو دہلی کے برسوں کی پریرنا ہے کہ میں وگیان رامائن لکھوں۔ لکھنے کو تو میں نے لکھدیا ہے۔ بُرا ہے یا بھلا ہے جو سمجھ میں آسکا ہے لکھا گیا۔ اور گوسوامی تلسی داس جی مہاراج کی پوتر بانی سے جو میرے من کو پریرنائیں ہوتی گئیں۔ وہ سب میں نے قلم بند کردی ہیں۔ اب اس کا سمجھنا یا نہ سمجھنا سمجھ کر اس سے فائدہ اصلی اُٹھانا۔ یا نہ اُٹھانا یہہ اوروں کا کام ہے یہہ باتیں کتابوں میں نہیں لکھی جاتی ہیں۔ صرف ست سنگ میں اُنکا ورنن ہوا کرتا ہے۔ منشی سورج نارائن جی لاہور کے قیام کے زمانے میں اکثر دو۔ دو بجے رات تک رامائن کے ست سنگ میں موجود رہتے تھے۔ ہر روز ایک چوپائی سے زیادہ تشریح نہیں کی جاتی تھی۔ اگر پورے طور پر صراحت اور وضاحت کی جاتی تو شائد برسوں میں بھی یہہ کام پورا نہیں ہوتا۔ اس لئے بہت ہی اختصار سے کام لینے کی مجبوری رہی ہے جو لوگ اس کو پڑھیں گے۔ وہ براہ کرم مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں۔

اوّل۔ یہہ کتاب تلسی کرت رامائن کے آدھار پر لکھی گئی ہے لکھتے وقت دیگر رامائنوں کا مطالعہ نہ ہو سکا ہے۔ اور نہ ہی اس کی ضرورت

محسوس ہوئی ہے۔ یہہ ایک کتاب ہی خود مکمل جامع اور بھگتی بھاؤ کی صراحت کے لئے بہت کافی ہے۔ اس کو پڑھ کر اصلی کتاب کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

دوم۔ وگیان رامائن کے گیان کا تعلق صرف رجوگنی اگیان (اہنکار) کے ناش کرنے کا ہے۔ رام اوتار کی غرض بھی صرف اتنی ہی تھی۔ راون رجوگنی۔ کنبھ کرن تموگنی اور وبھیشن ستوگنی اہنکار کے روپ ہیں۔ بھگوان رام نے دو کو توار دیا۔ اور تیسرے کو قائم رکھا۔ اس لئے ہم کو بھی یہاں ہی تک نظارہ وگیان کا پیش کرنا ہے۔ اگیان کے دور کرنے کی تدبیر تپ سے شروع ہوتی ہے۔ اور اس کا مکمل ناش کر کے بھگوان رام خود اجودھیا میں واپس آ کر راج کرتے ہیں۔ اس لئے اس گیان کی صراحت اسی کتاب میں بہت ہی اختصار کے ساتھ آئی ہے۔ جو ویدانت کا آدرش ہے۔ یہہ رام سے شروع ہو کر کرشن اور بدھ چرتر میں جا کر مکمل ہوتا ہے۔ اس لئے رام کے چرتر پڑھنے والوں کو اور بھی بلند نظر بننا چاہئے۔ تاکہ وہ کرشن اور بدھ چرتر کا بھی مطالعہ کر سکیں۔ اور اس سے لابھ اٹھا سکیں۔

سوم دیباچہ کے پڑھے ہوئے بغیر کتاب کو ہاتھ نہ لگائیں۔ اس دیباچہ میں ساری باتیں تفصیل کے ساتھ بیان کردی گئی ہیں اور اوتار کا مطلب کیا ہے۔ دکھلا دیا گیا ہے۔ تجھ۔ مجھ۔ وراہ۔

نرسنگھ اوُتار تو ذرا مشکل سے ہی سمجھ میں آئیں گے۔ گیان کی ابتداء وامن سے ہوتی ہے اور بُدھ میں جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ وامن اوتار ہیں بچگی۔ پرسرام ہیں برہمچریا۔ رام ہیں گرہست۔ کرشن ہیں وان پرست اور بُدھ ہیں سنیت کے مکمّل نقشے دکھلائے گئے ہیں۔

چہارم۔ اس دیباچہ کو غور سے پڑھنا چاہئے۔ تاکہ سمجھنے بوُجھنے کا موقع تم کو ہاتھ آ جائے۔ کیونکہ رام کے معمولی چرتروں کو ہندوؤں کے بچّے بچّے سب ہی جانتے ہیں۔ اِس قدر تکلیف اُٹھانے کا آخر کوئی سبب بھی ہے۔ یہہ کتاب یوں ہی تو نہیں لکھی گئی ہے۔

پنجم۔ جو لوگ اِس کتاب کو پڑھیں۔ وہ لکھنے والے پر دیا کر کے اپنی زندگی کو سادھن سمپّن بنائیں۔ تجربہ کہتا ہے کہ علم بے عمل بالکل بے سود اور بے بہود ہوتا ہے۔ جو شخص جس مذہب۔ جس طریق اور جس سمپردا کا ہو۔ وہ اُسی کے موافق عملی زندگی بسر کرنیکا جتن کرے۔ تاکہ اس کا انبھو خود بخود بڑھتا چلائے۔ حقیقی اصلیت اور حقیقت اس کے ذہن نشین ہوتی چلے جائے۔

ہم نے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ ست گورو کی دیا سے پورا ہو گیا ہے۔ تُلسی داس جی کی رامائن۔ وگیانی کے سلسلہ میں نذر ناظرین کر دی گئی ہے۔ اسی طرح شری کرشن چرتر کی تشریح بھی وگیان کرشنائن

کے نام سے اور بدھ چرتر کی تشریح بھی بودھائن کے نام سے الگ الگ کتابوں میں نذر کردی گئی ہیں۔

اِس رامائن کا اُتر کانڈ بغور پڑھنا چاہئے اُس میں تلسی داس جی کے خیالات کے علاوہ اور بھی بہت ساری مفید باتیں ناظرین کو ملیں گی جن کا جاننا گیان اور بھگتی سے تعلق رکھنے والوں کے لئے بہت ضروری ہے۔ مثل مشہور ہے۔

"بال کا آد اور اُتر کا انت جو کوئی پڑھے سو پورا سنت" اس نظر سے وگیان رامائن کا دیباچہ بھی غیر مفید اور کم دلچسپ ثابت نہ ہوگا۔

اُمید ہے اِس کتاب کے پڑھنے والوں کو اصلی تلسی کرت رامائن کے پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا۔ اگر اِس قدر بھی نتیجہ اس سے ہُوا تو ہماری محنت سپھل سمجھنی چاہئے۔

شیوبرت لال

دیباچہ

پہلا پرکرن

پرانایام منتر

اُوم بھوہ، اوم بھووہ، اُوم سووہ، اُوم مہہ، اُوم جنہہ، اُوم تپہ، اُوم ستیم

۱- استھول کارن	بھوہ	بھولوک	پرتھوی منڈل	جاگرت اوستھا	بنڈ دیس	ست	ظاہری ہستی	پرکرتی استھول
	بھووہ	بھورلوک	انترکش منڈل	سوپن اوستھا	پنڈ کا ہردے دیش	چت	ظاہری عقل	جیو
	سووہ	سودہ لوک	دومنڈل	سوشپتی اوستھا	پنڈ کا سوشپتی دیش	آنند	ظاہری آنند	ایشور
۲- سوکشم کارن	جھہ	جہرلوک	سوکشم جگت کا نیچا استھان	سوکشم جاگرت اوستھا	سوکشم جگت کا بنڈ دیش	چت	باطنی عقل	وراٹ
	جنہہ	جن لوک	سوکشم جگت کا درمیانی استھان	سوکشم سپن اوستھا	سوکشم جگت کا ہردے دیش	آنند	سرور باطنی	اویاکرت
	تپہ	تپ لوک	سوکشم جگت کا اونچا استھان	سوکشم سوشپتی اوستھا	سوکشم جگت کا سوشپتی دیش	ست	باطنی ہستی	ہرنیہ گربھ
۳- مہا کارن	ستیم	ست لوک						

چونکہ یہہ کارن ہے اس لئے اس کی وضاحت نہیں ہوسکتی ہے یہیں میں سب کچھ ہوتا ہے
تینوں حالتیں آئیں ہذکو توہوتی ہیں مگر صاف صاف نہیں کہا جاتا ہے

ان تینوں کے پرے مکتوں کا بھید

ہے۔ یہاں تک تو علم کا بیان جاتا ہے۔ یہہ اصلی تریا ہے جس تک رسائی حاصل کر لینے سے استھول۔ سوکشم اور کارن سوشپتی کا گیان ہو جاتا ہے۔ بغیر اصلی تریا کے حاصل کئے ہوئے کسی طرح کی سوشپتی کا علم نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ تریا ہی سے سب کا پرکاش ہوتا ہے۔ اور اسی کے آدھار پر سب کا کھیل ہے۔ یہہ سب میں ہے۔ اور اس کا امکان سب میں ہے مگر جب تک کارن۔ سوکشم۔ استھول پردوں سے گذر کر اس تک رسائی حاصل نہیں کر لی جاتی ہے۔ تب تک اس کا انبھو مشکل سے ہوتا ہے۔ منتھائی۔ سالک۔ اور باخبر صوفی اسے جانتے ہیں۔ اور عام آدمیوں کو بھی معلوم ہے کہ جب تک جاگرت اوستھا کی حد سے نہیں گزر جاتے تب تک سوپن میں عملی طور پر داخلہ نہیں ہوتا ہے اور جب تک سوپن کی حد سے پار نہیں جاتے تب تک سوشپتی میں نہیں پہونچتے ہیں۔ جاگرت۔ سپن اور سوشپتی ان تینوں کے تین بھید ہیں کارن۔ سوکشم۔ استھول۔ اور ان تینوں کے پھر تین تین بھید ہو جاتے ہیں۔ استھول طبقہ میں۔ یہہ جاگرت۔ سپن اور سوشپتی کا تعلق رکھنے والا ابھیمانی جیو اپنے درجہ اور حیثیت کے موافق وشو۔ تیجس اور پراگیہ کہلاتا ہے۔ اور سوکشم طبقہ میں جاگرت۔ سپن اور سوشپتی کا ابھیمانی جیو وراٹ۔ اوباکرت اور ہرنیہ گربھ کہلاتا ہے

اور کارن طبقہ میں وہ ستّ یعنی ستّا رکھنے والا نام پاتا ہے ۔ کیونکہ
کارن بیج ماتر ہے ۔ بیج کی وضاحت اور صراحت [illegible]
وہ صرف بیج ہے اور بس! بیج میں ہونے کو تو سب کچھ موجود رہتا
ہے ۔ اگر بیج میں پتے ۔ پھول اور ٹہنیاں نہ ہوں تو پھر یہہ آئیں
کہاں سے مگر اس میں یہہ سب ستّا ماتر ہوتے ہیں ۔ اس لئے اس کو
صرف "ستیہ" کہا گیا ہے ۔ اس سے زیادہ تفصیل نہیں کی جا سکتی ہے
اور یوگیوں نے ابھیّاس کے نقطۂ نگاہ سے صرف سات مقام
ہی دکھلائے ہیں ۔ جن کا نقشہ اُوپر دیدیا گیا ہے ۔ اور ابھیّاس
کی ضرورت صرف یہاں ہی تک ہے ۔ اس کے آگے سچّی تریا آتی ہے
جس میں ست لوک میں پہونچتے ہی ابھیّاسی اُس تُریا میں خود بخود
داخل ہو جاتا ہے ۔ اور پھر وہ اس تُریا سے آپ ہی آپ گذر کر تُریا
تیت پد میں جا کر ہمیشہ کے لئے آواگون سے رہت ہو جاتا ہے
سنتوں میں بھی صرف چوتھی اوستھا تک کا یعنی تریا تیت کا سالک
کو بھید بتایا جاتا ہے ۔ پھر تریا تیت پد نام ہی نام ہے ۔ تم کبھی یہہ
نہ سمجھو کہ وہ کچھ نہیں ہے ۔ وہ ہے تو ضرور مگر وہ کچھ ایسی حالت
ہے جو من ۔ بانی کے پرے ہے ۔ وہ بیان میں نہیں آ سکتی ہے
اس کو سنت مت میں انامی پد یا رادھا سوامی پد کہا گیا ہے ۔
اس حساب سے گویا پانچ پد ہو گئے ۔ مگر یہہ پانچواں پد صرف نشان ہی

ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے۔ کبھی یہہ من کی دھار بدھی کے استعاد
سے کام کرتی ہے۔ کبھی یہہ اپنی جگتی سے سوچ سمجھ کر کوئی کل۔
انجن یا اوزار بنا لیتی ہے۔ اور اس استھول تدبیر سے کام نکالتی
ہے۔ سوکشم اور استھول دونوں روپ میں ہمارے من ہی کے کھیل
ہوا کرتے ہیں۔ اس طرح وہ برہمانڈی من بھی شوکشم اور استھول
روپ سے کام کرتا ہے۔ اور جب وہ انسان یا کسی اور کی صورت
کو کام کا ذریعہ بنانے کے لئے اُترتا ہے۔ تب اس کو ہم اوتار کہتے
ہیں۔ چونکہ برہمانڈی من یوں تو سامانیہ ریتی سے کام کرتا ہی
رہتا ہے۔ جس طرح ہمارا پنڈی شریر ہمارے پنڈی من کے آدھار
پر رہتا ہے۔ اسی طرح برہمانڈی شریر برہمانڈی من کے تابع
رہتا ہے۔ اسی برہمانڈی من کی جو دھار وشیش روپ سے
آتی ہے۔ اور شریر دھاری ہو کر کام کرتی ہے۔ تب وہ ہم جیسی نظر
آتی ہوئی ہمارے جیسے بیوہار کرتی ہوئی عجیب وغریب طاقت
کا اظہار کرتی ہے۔ اور ہم اس کی بزرگی کو تسلیم کر لیتے ہیں۔
اور تعظیم وتکریم سے پیش آتے ہیں۔ اوتاروں کی عزت کرنا
دراصل برہم کی ہی عزت کرنا ہے۔ اس لئے جس کو سمجھ بوجھ ہے
وہ ان کی عزت کا گیت گاتے رہتے ہیں۔ اور ان کو مانتے بھی
ہیں۔ برعکس اس کے جو روحانی نگاہ سے خالی ہوتے ہیں۔

وہ ان کو محض انسان سمجھ کر .... پہچانتے ہیں اور اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

مُلّا مسیح کٹّر مسلمان واعظ ہوتا ہوا بھی جب شیراز سے اس ملک میں آیا اور شری رامچندر جی کی مہما دیکھی اور سنی۔ وہ رام اور سیتا کی نسبت یہہ نغمہ گا اُٹھا۔

رام

بظاہر رام ودر اصل خدا بُود
بہ باطن از خدا کے اُو جُدا بُود
چُنیں بُت گر بیابم اے برہمن
اگر ہندو نہ گردم کافرم من

○

سیتا

تنش را پیرہن۔ عُریاں نہ دیدہ
چو جان اندر تن۔ تن جان نہ دیدہ

اس غیر مذہب والے کی نظر میں رام برہمہ کے اوتار اور سیتا پرکرتی کا ظہور تھے۔ اور حقیقت میں وہ ایسے ہی تھے۔ یہاں اوتار ایک دو نہیں ہوئے ہیں۔ برہمہ کے اوتار بے شمار ہیں۔ ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہوں گے اور جب تک یہہ جگت قائم ہے اور جب تک یہہ برہمانڈ قائم ہے۔ تب تک ایسا ہی ہوا کریگا۔ اوتار بہت ہیں

جیسے ہمارے من کی خیالی دھاریں بے شمار ہوتی ہیں۔ ویسے ہی برہمانڈ کی من کی دھاریں بھی بے شمار ہوتی ہیں۔ "پنڈے سو برہمانڈے" مگر اہمیت وچیتر رُوپ والی دھار کو ہی دیجاتی ہے یوں تو من میں ہر وقت ہزاروں ہی خیالی قلعے بنتے رہتے ہیں۔ ان کو کون دیکھتا ہے۔ مگر جب وہی خیال آبو پربت کے مندر یا تاج گنج کے روضہ کی صورت میں اپنا ظہور کرتا ہے۔ تب ہی ان کو لوگ دیکھ دیکھکر عش عش کرتے ہیں۔ کس نے کس کے دل کے خیالی قلعہ کو دیکھا ہے مگر مندر اور روضہ کو ہم سب ہی دیکھنے جاتے ہیں۔ یہہ اوتار اس نظر سے برہم کے خیالی قلعے ہیں۔ جن کی مضبوطی سے دنیا کو سُکھ چین پراپت ہوتا ہے۔ تم سوچو سمجھو تب معرفت کا یہہ نکتہ سمجھ میں آئیگا تم یوں ہی اوتاروں کو بُرا بھلا نہ کہو۔ یہہ برہم کے رُوپ ہیں۔ جس طرح من کی دھار اس پنڈ دیش کی رچنا میں رُوپ دھارن کرتی رہتی ہے۔ ویسے ہی برہم کی بابت بھی سمجھ لو۔

تیسرا پرکرن

رام اوتار کی اہمیت

رام کے اوتار کو کیوں اتنی اہمیت دی جاتی ہے۔ مچھ۔ کچھ وراہ۔ نرسنگھ بھی تو اوتار ہیں۔ ان کے لئے کوئی مندر مخصوص نہیں ہے۔ رام کے نام سے کروڑوں مندر موجود ہیں۔ اس کا سبب یہہ ہے کہ

رام اوتار انسان کی صورت میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ ہم انسان ہیں انسان جیسے جذبات رکھتے ہیں۔ پرہمہ بھی آئے تو ہماری صورت شکل کا بن کر آئے تب ہم اس کی عزت کریں گے۔ اس کو پوجیں گے اور اسی کو اپنا پریم جتائیں گے۔ محبت جب ہوتی ہے۔ ہم جنس کی ہی ہوتی ہے۔ غیر جنس سے کون شخص مانوس ہوا ہے اور کون ہوگا۔

"کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر۔ باز با باز"

رام آئے۔ انسان کی شکل میں آئے۔ انسان بن کر آئے ہم انسان تھے ہمارا سر ان کی تعظیم میں جھک گیا۔ ہمارے ہاتھ اٹھے اور دونوں ہاتھوں نے پربھو رام کے چرن کمل پکڑ لیے۔ زبان ان کی حمد و ستائش کے نغمے گانے لگی۔ ایشور یا پرہمہ۔ وشنو یا شیو جب آئیں صرف انسان کی صورت میں آکر ہم کو درشن دیں۔ وہ اپنے جلال کے ساتھ کبھی نہ آئیں۔ ہماری آنکھیں جب اُن کے جلال کو سہار نہیں سکتی ہیں۔ تو ان کا آنا بالکل ہی بے سود ہے۔ ہماری آنکھوں کی حیثیت اور طبقہ کے موافق جب روشنی ہوگی۔ تب تو ہم اُن کو دیکھ سکیں گے یا زیادہ روشنی سے یا تو ہماری آنکھیں اندھی ہو جاینگی۔ یا وہ اس کو بالکل ہی دیکھ نہ سکیں گی۔ ہم کو اس طبقہ میں نہ تو بہت چھوٹی چیز کا علم ہو ناممکن ہے۔ نہ بڑی چیز کا سزیادہ

روشنی بھی آخر ہمارے لئے تاریکی ہی ہو جائے گی۔ پانی وہاں تک ہی ٹھنڈا رہے۔ جہاں تک ہم کو ضرورت ہے۔ ضرورت سے زیادہ سرد پانی آگ بن جائیگا۔ وہ کبھی تراوٹ یا تازگی نہیں دیگا۔ بلکہ وہ جلا دیگا۔ سردی اور گرمی دونوں صرف نسبتی الفاظ ہیں۔ انتہائی مرحلہ پر پہونچ کر دونوں ہی ایک جیسی بن جاتی ہیں۔ اسی طرح برہمہ اور الیغور کی نسبت بھی سمجھو۔ اگر وہ ہم جیسے ہوں گے تبھی ان کے ساتھ ہماری انسیت ہوگی اور اگر وہ ہم جیسے نہ ہوں گے۔ تب پھر ہماری انسیت ان کے ساتھ کیسے ہوگی! اور ہم ان کو لے کر کیا کریں گے۔ وہ تو ہمارے لئے بالکل ہی بے مصرف چیز ہوں گے اور بے مصرف چیز کی صرف باولے اور حریص طبیعت والے ہی خواہش کیا کرتے ہیں۔ یہہ معرفت کا ایک راز ہے۔ جو صرف باخبر انسان کو ہی معلوم ہے۔ بھگوان کے مچھ۔ کچھ۔ وراہ اور نرسنگ اوتار انسان نہیں ہیں۔ اس لئے ہم کس طرح سچے دل سے ان کو قبول کریں۔ تعظیم تو ہم سب کی کرتے ہیں۔ سب ہی بھگوان کے روپ ہیں۔ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ مگر سوال تو ہماری ضرورت کے طبقہ کا ہے۔ ہم شیر۔ سُور یا کچھوے کے ساتھ اظہار الفت تو نہیں کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ غیر جنس ہیں۔ رام ہمارے ہم جنس کی صورت میں آئے ہیں۔ اس لئے ہم نے اپنے دل اور دیدوں

گوروکی دیا ہے اس لئے گوروکو نمسکار ہے گوروہی تمام جگت کے دیوتا ہیں۔ گوروہی برہما ہیں۔ گوروہی وشنو ہیں۔ اور گوروہی شیو ہیں۔ گورو سے بڑھکر اور کوئی بھی نہیں ہے۔ اس لئے ہم سب لوگ گوروکی پوجا کرتے ہیں۔ پھر صوفی کیا کہتے ہیں۔ تم وہ بھی سُن لو۔ کان کھول کر سُن لو۔ چت لگا کر سُن لو

چونکہ کردی ذات مرشد را قبول
ہم خدا داد اتش آمد۔ ہم رسول
مسجدے ہست اندرون اولیاء
سجدہ گاہے جمع ہست انجا خدا
گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
من نہ گنجم ہیچ دربالا و پست
درزمین و آسماں و عرش نیز
من بناشم این یقیں داں اے عزیز
دردلِ مومن بہ گنجم این عجیب
گر مرا خواہی ازاں دل ہا طلب
ہیچ نہ کشد نفس را جز ظلِ پیر
دامن آن نفس کش را سخت گیر

سایہ شاہان طلب ایندم شتاب
تا سوئے زان سایہ بہتر ز آفتاب
ہرکہ خواہد ہم نشینی با خدا
گو نشین اندر حضور اولیاء
ہم نشینی ساعتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
اولیا اطفال حق انداے پسر
حاضری و غائبی اندر نظر
اگر سفر داری بدیں آیت برو
در خضر باشی ازیں غافل مشو

پھر سنت کیا فرماتے ہیں۔ ان کی بانی اور بھی سب سے زیادہ انجھوئی ہے اور لوگ تو پردہ دیکر سمجھاتے ہیں۔ سنت صاف صاف کہتے ہیں۔ دگاؤ لپیٹ سے کوئی کام نہیں رکھتے ہیں۔ اور نہ بناوٹ سے کوئی غرض ہے۔

من میرا پنچھی بھیا۔ اُڑ کر چلا آکاش
سرگ لوک خالی پڑا۔ صاحب سنتن پاس
جا کھوجت برہما تھکے۔ سُر نر۔ مُنی۔ دیوا
کہیں کبیر سُن سادھوا۔ کر ست گورو سیوا

مثال سے ہم کو بتلا گئے ہیں کہ گرہست آشرم کے فرائض کیسے ہوتے ہیں۔ اور ان کو کس طرح انجام دینا چاہئے۔ یہی سبب ہے کہ رام کی اُپاسنا دنیا میں سب سے زیادہ کی جاتی ہے۔ اور اس میں بھی وہی ہم جنس کا مسئلہ کام کرتا ہے۔ اگر ہم سچے گرہستی ہیں۔ تو ہم کو بھی رام کی زندگی سے سبق لے کر اپنی زندگی بسر کرنا چاہئے۔ رام خود بتا گئے ہیں۔ کہ باپ کے ساتھ۔ ماں کے ساتھ۔ سوتیلی ماتاؤں کے ساتھ۔ بھائیوں کے ساتھ۔ دشمنوں کے ساتھ اور دوسرے سمبندھیوں کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرتے ہوئے سماجک دھرم کا پالن کرنا چاہئے۔ اور کس طرح اپنے گھر میں رہ کر پرمارتھ کی کمائی کرنی چاہئے۔ اب تم ہی بتاؤ۔ اگر رام کی پوجا سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ تو اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ ایسا ہونا بھی چاہئے۔

" سنت بیان وہی جگ میں گھر ہی جن جوگ کمانا ہو

وید پڑھ پڑھ پنڈت بھولے۔ گیان کا کرت لگانا ہو "

سنسار میں گرہستی زیادہ ہیں۔ ون پرستی کوئی کوئی ہوگا۔ اور سنیاسی بہت ہی کم ہیں۔ گرہستی تو گرہستی کو پوجے گا۔ اور کیا مزے کی بات ہے کہ گرہستی کا خدا بھی گرہستی ہو۔ تب میل ملے۔

ہم جیسا بن آیا سادھو۔ ہم جیسا بن آیا!

۱ رُوپ سُر روپ دھری نرمورتی ۔ نرین جیو چتایا
۲ نر کے روپ کی سوبھا بھاری ۔ نر تن ابھا گا یا
۳ گھر میں پریم پریت سکھلایا ۔ بھگتی کا پنتھ چلایا
۴ سہج ہی کاٹی جسم کی پھانسی ۔ بھرم اگیان مٹایا
۵ رادھا سوامی چرن شرن بلہاری ۔ گورو پدیس جھکایا
سادھو ! ہم جیسا بن آیا

پانچواں پرکرن

اوتار پوجا

یہہ تو عجیب وغریب راز ہے مگر بہت سے لوگ کرشن جی اور بدھ بھگوان کو بھی تو پوجتے ہیں ۔ سب لوگ رام ہی کی پوجا تو نہیں کرتے ۔ پھر کیا ہوا ؟ کرشن تو اصل میں ون پرستی کی مورتی ہیں ۔ یہہ صرف ون پرستیوں کے لئے بہترین مثال ہیں ۔ کرم کرتے ہیں مگر پھر بھی اکرمک رہتے ہیں ۔ سب کچھ کرتے ہیں ۔ اور پھر بھی کچھ نہیں کرتے ہیں ۔ میدانِ جنگ کے شیر مرد ۔ مدبران ملک کی مجلس میں دانش مند نیتی کے جاننے والے سب باتوں سے باخبر اور پھر بھی آزاد ہیں ۔ بھگوان کرشن ایسے ہیں ۔ تم گیتا کو پڑھو تب ہی تم کو یہہ روپ نظر آئے گا ۔ اصل میں کرشن جی تو ون پرستی کی مثال ہیں ۔ مگر جو گرہست لوگ ان کو پوجتے ہیں ۔ وہ ون پرست

عمر رفتہ کا نہیں ۔ پیری میں مطلق افسوس
حوصلہ بخشا میرا ۔ جذبہ بڑھایا تو نے
قید و بند نفس و حرص سے حیران میں تھا
اب تو زنجیر کٹی ۔ صاف چھڑایا تو نے
چھوڑ کر تجھ کو کہاں جاؤنگا ۔ خادم ہوں تیرا
پاک قدموں سے مجھے ۔ اپنے لگایا تو نے
لذتِ عشق میں ۔ جینے کا مزہ کچھ پایا
موت کا خوف میرے ۔ دل سے بھلایا تو نے
دریائے غم میں میری زیست کا تھا غرق جہاز
پار بیڑا کیا ۔ ڈوبے کو ترایا تو نے
عشق کے دام میں بے طرح پھنسا طائرِ دل
دانہ الفت کا اسے ۔ خوب چگایا تو نے
مرحبا! بانسری والے ۔ تیری ہمت پہ فدا
گمراہوں کو راہ الفت میں لگایا تو نے
موہنا! بانسری والے تیرے صدقے ہیں سب
اجڑے ویرانوں کو ۔ کس طرح بسایا تو نے
آ ۔ ہنس کے گلے سے میں لگا لوں تجھ کو
ں ہجر کے صدموں سے رلایا تو نے

بے خودی میں ہمیں پتہ بھلو خودی کا ہے پتہ
میں ہوں کیا۔ مجھ کو نہ افسوس بتایا تو نے

اب رہا سوال بُدھ بھگوان کی نسبت وہ تم جانتے ہی ہو کہ وہ پورے سنیاسی تھے۔ تیاگی اور بیراگی تھے جن کو یہہ راستہ پسند آئے اس کو وہ قبول کریں لڑائی جھگڑا کیا۔ چونکہ وہ بالکل ہی تیاگی تھے اس لئے خانہ دار اور گرہستی ہندو۔ گو ان کی تعلیم تو کرتے ہیں مگر دنیا میں گرہستی لوگ زیادہ اور ورکتی کم ہوتے ہیں۔ اس لئے اس مثال کو عوام الناس کے سامنے رکھنا گوارا نہیں کیا گیا ہے۔ یہہ انے گنے چند مخصوص آدمیوں کا طریق ہے۔ جو سب کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ایشور کی طرف بھی دھیان نہیں دیتے۔

اب تم خود سوچو! کون گرہستی پسند کریگا کہ اس کی اولاد شروع ہی سے تیاگی بنے۔ اور اُن کے سامنے تیاگ کا آدرش رکھا جائے یہ عوام کا مذہب کبھی نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اس پر تم کبھی نہ بھولو کہ بُدھ بھگوان کے شاگرد دنیا میں سب سے زیادہ ہیں۔ اس سے کیا ہو گیا۔ اُن میں سے سچے لوگ شاید سنو[1] دو سنو[2] سے زیادہ تیاگی نہ نکلینگے۔ پھر اس کے عام اشاعت سے فائدہ ہی کیا ہے۔ اگر نام کے بُدھ بھی ہو گئے تو کیا نتیجہ نکلا۔ اس لئے دانشمند اور عقیل لوگوں نے ہندو قوم کو محتاط کر دیا ہے۔ یہہ راز ہے۔ جو آج تک تم کو ہمارے

سوائے کسی نے بھی نہ بنایا ہوگا۔ ہم سچے دل سے بُدّھ بھگوان کی تعظیم کرتے ہیں۔ جہاں ہمارے کمرے میں حضور مہاراج کی تصویریں ہیں ساتھ ہی بُدّھ بھگوان کی مورتی بھی رکھی رہتی ہے۔ ہم خود پہلے جنم کے بُدّھ تھے۔ ہمارا دل اِس کو جانتا اور مانتا ہے۔ ہم خود بھی اپنے بچپن کے زمانے سے اس مہان اوتار کی عزت کرتے ہیں۔ اور ان کی تعلیم پر وگیانی کے صفات میں بحث بھی کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ غلط فہمی دور ہوجائے۔ نادان لوگ کہتے ہیں کہ بُدّھ بھگوان ناستک تھے۔ وہ ناستک نہیں تھے۔ بلکہ وہ تیاگی تھے۔ تیاگی ایشور تک کا تیاگ کرتا ہے۔ تب وہ سچا تیاگی کہلاتا ہے۔ یہہ حقیقت کا راز ہے۔ یہہ تصوف کا رمز ہے جو یہہ پہلی دفعہ ہم اپنی زندگی میں تم سے کہہ رہے ہیں۔ تم بے تعصب ہو کر اس پر غور کرو وچار کرو۔ اور حقیقت کو جان لو۔

پرسرام برہمچاریوں کے لئے قابل تقلید مثال ہیں۔ برہمچاری کا لکشن بھی یہی ہے کہ سب کچھ چھوڑکر گورو کے سمیپ رہے اور تعلیم پائے کیا ہوا پرسرام جی کا کوئی مندر نہیں ہے۔ مندر بنانے والے گرہستی ہی لوگ ہوتے ہیں وہ اپنے اشٹ دیو کو سب پر فضیلت دیتے ہیں۔ اس لئے مندر بنوا دیتے ہیں۔ برہمچاری کیا مندر بنوائیگا یہاں تو صرف گرہست آشرم کی بات چیت کی جا رہی ہے۔ غالباً اب تمہاری پوری تشفی ہو گئی ہوگی۔

اوتاروں کی عزت

اشاروں کی باتوں کو صرف اشارہ والے ہی سمجھتے ہیں۔ ہم کو سمجھانا ان لوگوں کو پڑتا ہے جو نظم پسند طبیعت نہیں رکھتے ہیں وہ بالکل نثر پسند ہو گئے ہیں اور کبھی کبھی غلطی میں پڑکر اوتاروں کے متعلق بُری بُری باتیں کیا کرتے ہیں۔ اگر وصول کی تردید تک ہی ان کی نظر ہوتی تو چنداں ہرج نہیں تھا۔ وہ ایسے بوکھلا ہوئے ہیں کہ ان مقدس مآب بزرگوں کی شان تک میں گستاخی کے کلمے زبان سے نکالا کرتے ہیں۔ جس کو سن کر ہنسی آتی ہے۔ ایک نادان چھوکرے نے ایک رسالہ میں لکھا ہے۔ رام سے راون بدرجہا بہتر تھا۔ اور اُس پر متعدد مضامین لکھ مارا ہے۔ پرجتہا کرشن جی کی شان میں بدزبانی کرنا۔ ان نئے تہذیب یافتوں کی رائے میں کوئی بات ہی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک رام راون سے اچھے نہیں تھے ان کے رائے میں کرشن یوگی راج اخلاق سے گرے ہوئے آدمی تھے۔ ان کی سمجھ بوجھ میں بھگوان بدھ گھورناستک رام۔ رام !! اندھیر ہو گیا۔ آسمان تو ایسی ناخلف اولاد پر رحم کر تو ان گمراہوں کو راہ راست پر لا تو ان کو سچا مارگ دکھلا۔ ہندو ہو کر بھی ہندو پن سے کیسے تہت ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں۔ اولاد اپنے بزرگوں کی نام نشانی ہوتی ہے
لڑکے سچّے ہی نام بوا کہلاتے ہیں۔ مگر یہہ تو الٹے نام کے مٹنے والے
ہوتے جا رہے ہیں۔ یہہ کیسی غیر سعادت مند اولاد ہے! اس نے
ذرا سی انگریزی کیا پڑھ لیا کہ اس کی نظر میں ہمارے قدیم بزرگ غیر
شائستہ اور وحشی ہو گئے۔ ہم تو ان کو اخلاق مجسم مانتے ہیں مگر
ہمارے برعکس یہہ ان کو بداخلاق بتلاتے ہیں رام مریادا پرشوتم تھے۔ کرشن
مریادا پرشوتم تھے۔ اسی طرح اپنی اپنی جگہ پر سب کے سب مریادا
پرشوتم ہی ہوئے ہیں۔ رام نے اپنی زندگی میں گرہستی کی مریادا دکھلائی
ہے۔ کرشن نے آگے بڑھ کر دن پرستی کی مریادا قائم کی ہے۔ بدھ بھگوان
نے سنیاسی۔ پرسرام نے برہمہ چریا۔ کی عملی تصویر اپنے جیون سے کھینچی
ہے۔ تم ایک دوسرے کو ملاتے کیوں ہو۔ وہ تو جب ہو لگے۔ ایک
دوسرے سے مختلف ہی نظر آئیں گے۔ کوئی کچھ ہے۔ کوئی کچھ ہے
ان کے زمانے کی ضرورتوں پر اور ان کے زندگی کے حالات پر غور کرنا
چاہئے تب جا کر یہہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ کوئی تعلق کا حامی ہے
کوئی بے تعلق اور تیاگ کی زندہ مثال ہے۔ کوئی تعلق کے ساتھ بے
تعلقی اور بے تعلقی کے ساتھ تعلق کا تماشہ اپنی زندگی کے کاروبار
کے سلسلے میں دکھاتا ہے۔ بال لیلا کی معصوم اور سادہ بیوہار کو برے
پیمانہ نا حد درجہ کی عیب بینی اور بد نظر کا کام ہے۔ اس کے

سوا دشاعرانہ استعارات کو کیا کہا جائیگا۔ وہ بھی تو آخر کوئی چیز ہوتے ہیں۔ جس کرشن کی زندگی کے دامن پر نادانوں کو بدنمائی کے دھبوں کا گمان ہو رہا ہے۔ اس میں دانہ دلوں کو وہ خوبصورتی نظر آتی ہے کہ باید و شاید! معصومیت کی شان۔ ساتھیوں کی طرفداری۔ گوپیوں کے ساتھ راس لیلا۔ گوپیوں کی رکھوالی۔ یہی تو بال گوپال کی لیلا ہے۔ جو غائر بین نگاہ کو قید و بند میں آزادی اور آزادی میں بندش کا نظارہ دکھاتی ہے۔ سوائے کرشن کی زندگی میں یہ دلفریب منظر اور کہاں ملیں گے! مانا کہ وہ کسی قدر آج کل کے مروجہ اصطلاحات سے مختلف ہیں۔ مگر وہ زمانہ آجکل کا زمانہ تو نہیں ہے۔ ہر عہد کی طرز معاشرت جداگانہ ہوا کرتی ہے۔ لفظوں پر جانے کی اتنی ضرورت نہیں ہے۔ لفظوں کے معنی مراد کے سمجھنے اور جذب کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے لال بجھکڑ دوست ایک طرف تو بت پرستی کا کھنڈن کرتے ہیں اور دوسری طرف لفظ پرستی پہ جان دے رہے ہیں۔ لفظ پرستی۔ کتاب پرستی پرمان پرستی۔ سند پرستی اگر بت پرستی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ کیا بت پرستی کے سینگ پونچھ ہوا کرتے ہیں۔ کوئی شخص مٹی کا بت پوجتا ہے۔ کوئی کتاب اور کاغذ کا بت پوجتا ہے۔ ہم دونوں کو ایک جیسا سمجھ رہے ہیں۔ اپنے منہ جو چاہے میاں مٹھو بن لے۔ جب نظر حقیقت رس ہو جائے گی۔ تب کی بات کہو۔ اس وقت کیا حال ہوگا

رامائن کے لکھنے والے زندہ جاوید گوسوامی تلسی داس جی مہاراج گلا پھاڑ پھاڑ کر کہہ رہے ہیں "اس مانس۔ مانس چکھو چاہی" اس رُوحانی نظارے کے دیکھنے کے لئے روحانی نگاہ کی ضرورت ہے یہہ رامائن مانس ہے۔ رُوحانی ہے مغز معرفت ہے۔ پھر سُن کر بھی سب غلط خیالات کے سیلاب میں بہہ جا رہے ہیں۔ اپنی تحریر اور تقریر میں ناحق کہہ رہے ہیں کہ رام راون سے بہتر نہیں تھا۔ ذرا ان کے زبان اور خیال کے طرز اظہار کو تو دیکھو۔ ایسے بڑے قابل تعلیم یافتہ بزرگ کے شان میں تھا اور ہے کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ یہہ حد درجہ کی گستاخی ہے۔ حد درجے کی بے ادبی ہے اور حد درجے کی سفلہ مزاجی ہے اور بد تہذیبی ہے۔ جو اولاد اپنے بزرگوں کے نام کو بے ادبی کے ساتھ لیتی ہے اس کو سعادت مند اولاد کون کہے گا۔ "بے ادب محروم گشت از فضل رب"

ساتواں پرکرن

اشٹ کی مہما

خود ہم سے بارہا سوال کیا گیا۔ کیا تم سچ مچ اوتار پرست ہو۔ کیونکہ کیا اوتاروں کی اس طرح مہما گاتے ہوئے۔ ان کو اپنے اشٹ پر فوقیت دیتے ہو؟ ہمارا جواب ہے اور وہ بالکل صاف صاف جواب ہے کہ ہم اوتار پرست ضرور ہیں۔ مگر کسی اوتار کو اپنے

اشٹ، پر فوقیت نہیں دیتے ہیں۔ یہ کیوں ہے۔ اس کا سبب یہہ ہے کہ اشٹ، اشٹ ہے مگر ہم بے عزتی تو کسی کی بھی نہیں کرتے ہیں۔ رام کا اُپاسک رام کو اشٹ مان کر۔ کرشن یا بدھ کو اپنا اشٹ نہیں بناتا ہے مگر کرشن اور بُدھ کی بے عزتی بھی تو نہیں کرتا ہے۔ وہ کرشن اور بُدھ کو بھی رام ہی کی دوسری صورت سمجھ کر ان کی عزت کرتا ہے اور رام کی زندگی کو اپنا معراج اور مقصد تمنا بناتا ہے۔ اشٹ تو جب ہوگا۔ ایک ہی ہوگا۔ مگر تردید کون کرتا ہے اور فضول بحث میں پڑنے کی ضرورت کیا ہے سنت پُرش رادھا سوامی مہاراج کی بانی ہے۔

"سب کو کروں پرنام جوڑ کر
پر کوئی نہیں گورو کے ہم سر"

ہم اوتاروں کی دل سے تعظیم اور تکریم کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی اُن کی مداحت سرائی کے نغمے بھی اس طرح گا اٹھتے ہیں۔

رام! آجاؤ کہ دیکھیں تمہ را آب و تاب
کہتے ہیں تم آسمانِ خلق کے تھے آفتاب
سالکِ راہِ خدا اور بانٹتے ظرز وفا
حادثے شاہ و گدا۔ پھر کیوں ہوئے پا در رکاب

نورِ حق صورت سے گر جلوہ فگن تھا آپ کے
ہوتا بہتر رُخ سے اپنے گر اٹھا دیتے نقاب
چشم براہ سب ہیں آؤ۔ دو زیارت آکے تم
برسواو ابر و کرم دنیا میں بے حد و حساب
شاہ گر تم ہو تو ہم سب ہیں رعیت آپ کی
تم خدا ہو گر تو ہم بندے ہیں اے عالیجناب
کیوں جہاں میں ظلم ہے کیوں درد ہے کیوں رنج و غم
پوچھتے ہیں رات دن ملتا نہیں لیکن جواب
گر مجسّم شادمانی ہو سرور عیش و جنبش
کس لئے پھر دل میں رہتا ہے ہر ایک کے پیچ و تاب
آؤ۔ آؤ آکے دکھلا دو۔ وہ مکھڑا چاند سا
ہائے دکھ کی چھا گئی ہے اب یہاں کالی گھٹا

○

کرشن! سب کہتے ہیں تم تھے مظہرِ ذاتِ خدا
نورِ حق اسرارِ حق اور ذاتِ حق کے حق نما
معدنِ جود و عطا اور مخزن درد و سخا
منبع فہم و ذکا سر چشمہ عقل رسا

جو فلک پر عالم فانی کے ہے چمکا نورِ حق
کس لئے وہ آج تاریکی کے پردوں میں چھپا
بے سکوں کے بے بسوں کے تم تھے گر پشت پناہ
کیسے غافل ہو گئے اس کا نہیں ملتا پتا
بے مہری سے جہاں کے ہم ہوئے بالکل تباہ
فیض کا دریا بہا دو، سن کے میری التجا
المدد موقع مدد کا ہے اسے با د مُرا د
ڈوبتی ہے اپنی کشتی۔ ملتا نہیں ہے نا خدا
اب نہ آؤ گے تو پھر آؤ گے کب۔ آنند کند
آکے بیڑا پار کر دو مانگتے ہیں یہہ دُعا
آؤ آؤ۔ اپنی صورت تم دیکھا دو کرشن جی
درد دل کا دور ہو۔ ایسی دوا کر دو کرشن جی

○

بُدّھ سب کہتے ہیں اس دنیا میں لاثانی تھے تم
رحمت و لطف و کرم۔ اشفاق کے بانی تھے تم
فقر کو ترجیح دیکر سارا چھوڑا راج پاٹ۔
قابل تخت و حکومت اور جہاں بانی تھے تم

کاسہ لے کر ہاتھ میں مثل گدا ور در پھرے
جہل کی ظلمت مٹائی نورِ یزدانی تھے تم
آدمی پر حصر کیا حیوان کے بھی ہمدرد تھے
فخرِ قوم و فخرِ عالم۔ فخرِ انسانی تھے تم
بیگنہ شالاؤں کا مذبح خون سے رنگیں دیکھ کر
دل میں رحم آیا خلافِ رسم قربانی تھے تم
مذہبی تعلیم میں اصلاح کی با ذوق و شوق
ہادئے راہ طریقت اور حقانی تھے تم
خیر و برکت کی مجسم صورت اب کس جا پہ بھی
آؤ اپنا دکھ مٹاؤ فضل ربانی تھے تم
آؤ۔ آجاؤ کہ انسان مبتلائے غم ہیں سب
درد سے رنج و علم سے دیدۂ پُر نم ہیں سب

یہہ بھی سوال ہو گیا۔ اب بھی اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو ہم کیا کریں۔

آٹھواں پرکرن
اوتاروں کی زنجیر کی کڑیاں مسلسل

ہندوؤں میں یوں تو بہت سے وشنو خواہ برہمہ کے اوتار ہیں۔ مگر خاص خاص اوتار صرف دس ہیں مچھ۔ کچھ۔ وراہ۔

نرسنگھ - وامن - پرسرام - رام - کرشن - بُدھ - کلکی - یہہ سب تین/تین طریقوں میں زندگی کے نشو و نما کے مدارج دکھلاتے ہوئے - اس کے انجام کی طرف لے جاتے ہیں - ان کی شکلیں یوں ہیں -

۱- مچھ - کچھ - وراہ - ۲- وراہ - نرسنگھ - وامن - ۳- وامن پرسرام - رام - ۴- رام - کرشن - بُدھ - ۵- کلکی -

ان پر فلسفانہ اور محققانہ نگاہ ڈال کر - اگر ان کا مطالعہ کیا جائے تو یہہ اوتاروں کا مضمون اور فلسفہ اس قدر دلچسپ اور دلاویز بن جائے گا کہ جس کا حد و حساب نہیں ہو گا - اور اس کے سلسلے میں اس قدر قابل غور خیالات ملیں گے کہ سوچنے والا خود بھی متعجب اور حیران ہو جائیگا اور وہ اگر خوبصورتی کے ساتھ ان کا بیان کرنے لگیگا تو سننے والے بھی حیران رہ جائیں گے - زندگی کے نشو و نما پانے کی صراحت جس طرح اوتاروں سے ہوتی ہے - دس۱، بیس۲، تیس۳، پچاس۵ کتابوں سے بھی نہیں ہو سکتی ہے - آخر کوئی کہاں تک لکھے گا

یہ دس نام اصل میں قدرت کی ایک ایک ضخیم کتاب کا سامان اپنے اندر رکھتے ہیں - یہہ سُوتر ہیں - یہہ زندگی کے مدارج کے صرف صراحت ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے ہر مرحلہ کی مکمل صورت بھی پیش کرتے ہیں ہند و دماغ ہمیشہ سے اپنے شاعرانہ دماغ کے لئے ہی مشہور رہا ہے اور شاعر سے بھی بڑھ کر سُوتر کار ہوئے ہیں جنھوں نے دو، دو، چار، چار لفظوں

میں وسیع مضامین کی روح کو بند کر دیا ہے۔ یہہ سوتر کار ہمارے یہاں ایک دو نہیں ہیں بلکہ بہت ہوئے ہیں۔ درشنوں کے لئے سوتر کار گو کئی ہیں۔ مگر ان میں سے چھ سب سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ ان کے نام یہہ ہیں: جیمنی۔ ویاس۔ گوتم۔ کناڈ۔ کپل اور پتنجلی۔ اور ان کے سوتر درشن پورب میمانسا۔ اُتر میمانسا۔ نیائے۔ ویشیشک۔ سانکھ اور یوگ ہیں۔ پورب میمانسا میں کرم کا بیان ہے۔ اُتر میمانسا ویدانت ہے۔ نیائے اور ویشیشک۔ فلسفہ۔ منطق اور حکمت کے مسائل پیش کرتے ہیں۔ سانکھ میں گیان اور یوگ میں من کے بس میں کرنے کے راز پر بحث آئے ہیں اور تم دیکھوگے۔ ان سب میں صرف سوتروں ہی کے اشارے سے کام لیا گیا ہے۔ بڑی بڑی باتیں دو، دو، چار، چار لفظوں میں ادا کر دی گئی ہیں تاکہ کتاب ضخیم نہ ہونے پائے۔ اور طالب علم ان کے مدد سے بآسانی ان کی مراد کو اپنے دل نشین اور ذہن نشین رکھ سکے۔ اور ان کو کام میں بھی لا سکے یہہ ان کی خصوصیت ہے۔ اور ان درشن کا سوتر کاروں سے بھی زیادہ دانشمند وہ بزرگ ہوئے ہیں۔ جنھوں نے اوتاروں کے دس ناموں میں دنیا کے تمام علوم۔ تمام فلسفہ۔ علم اخلاق، علم دین، علم دنیا اور ہر باتوں کو اس طرح مقید کر دیا ہے کہ صرف ان کے نام لینے ہی سے خود بخود ان کی یاد دہانی ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص جس قدر چاہے اپنے وقت

ضرورت اور لیاقت کے موافق اِن پر غور وفکر کرتا رہے۔ کون پسند کرتا ہے کہ "چار پائے بر کتابے چند" کا مصداق بنا ہوا علمی جھگڑوں میں پڑا رہے۔ یہہ تو کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں مگر عقیل انسان کے لئے یہہ تمام تحقیقات اور تفتیش کے مرحلوں کو صرف دس ناموں کے سلسلہ میں ختم کرا دیتے ہیں۔ اور ان کی زندگی کو ساد ھن سمپنّ بنانے کا جتن بھی کر دیتے ہیں۔ ہاں اس پر بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو یہہ دوسری بات ہے۔ پرم سنت کبیر صاحب کی بانی ہے۔

"سین بین سے جو لکھے تاسوں کہئے دھائے
سین بین بُو جھے نہیں تاسوں کہئے بلائے"

زندگی سب سے پہلے پانی میں مچھلی کی صورت میں اپنا ظہور کرتی ہے۔ اس سے اس کی کیا صورت ہوگی۔ وہ گومگو کا مضمون ہے۔ مچھلی پانی میں رہتی ہے۔ پانی ہی میں اس کی غذا ہے اس مرحلہ کی مکمل صورت بھگوان کا مچھ اوتار ہے۔ انسان بھی ماں کے پیٹ میں مچھلی ہی کی طرح پیدا ہو کر رہتا ہے۔ اور وہاں کی اس کو غذا ملتی ہے۔ مچھلی سر کی صورت ہے۔ پہلے انسان کا سر بنتا ہے۔ پھر یہہ مچھلی کچھوے کی صورت میں ہاتھ پاؤں نکال کر جکڑی ہوئی پیٹ میں پڑی رہتی ہے۔ اور اب اس کی حالت دو طرح کی ہو جاتی ہے۔

وہ پانی میں بھی اور خشکی میں بھی دونوں کی رہنے والی مخلوق ہو جاتی ہے ۔ پیٹ میں وہ غذا بھی اس طرح کی حالت میں پائی رہتی ہے اور اُسی میں حرکت اور بے حرکتی کا تماشہ دکھاتے رہتی ہے ۔ یہہ بھگوان کا کچھ اوتار ہے ۔ جو خشکی اور پانی کی درمیانی حالت ہے پھر یہی وراہ کی شکل میں پیٹ کو پھاڑ کر باہر نکل آتی ہے ۔ گویا پانی پیتی ہے ۔ مگر رہتی صرف خشکی میں ہے ۔ اس مرحلہ میں کثافت اور لطافت کا خیال نہیں رہتا ہے ۔ یہہ بھگوان کا وراہ اوتار ہے اس حیثیت میں وہ اپنے طور پر مکمل ہے ۔ مچھلی ابتداء کچھو ادرمیانی اور وراہ اس مرحلہ کی انتہا ہے ۔ یہہ ایک زنجیر ہو گئی جس میں تین کڑیاں ہیں ۔

زندگی کے دوسرے مرحلہ کی ابتداء وراہ ' درمیانی نرسنگھ ' اور آخری وامن ہے ۔ وراہ کا ذکر تو ہو چکا ہے ۔ نرسنگھ میں حیوانیت اور انسانیت ملی ہوئی ہے ۔ کیونکہ بھگوان کا دوسرا اوتار برزخی ہے ۔ اور وامن چھوٹا انسان ہے ۔ یہاں اسی مچھلی نے دو مرحلوں کو طے کر کے انسان کی چھوٹی صورت اختیار کر لی ہے اور بھگوان بچہ بن کر جگت میں آگئے ہیں ۔ اور انسانی زندگی کے عمارت کی بنیاد قائم کی ہے ۔ اس دوسرے مرحلہ کی بھی تین کڑیاں ہو گئیں ۔

زندگی کے تیسرے مرحلہ میں جو تین کڑیاں ہیں ۔ وہ وامن ، پرسرام

اور رام ہیں۔ وامن بچہ ہیں۔ پرسرام ذرا ہاتھ پاؤں سنبھال کر برہمہ چاری ہو گئے ہیں۔ ایکس مرتبہ منھ اور نفسانی جذبات کو مار کر گوروکے سمیپ آ گئے ہیں۔ برہمہ چاری انسان زندگی کا درمیانی مرحلہ ہے۔ ایک طرف بچگی ہے اور دوسری طرف گرہستی ہے۔ بیچ میں طالبعلم رہتا ہے۔ اس طرح انسانی زندگی نے ترقی پا کر رام جیسے سچے، پا اخلاق مکمل انسان کی صورت میں اپنا جلوہ دکھایا ہے۔ گرہستی کی خصوصیت یہہ ہے۔ وہ وسیع دل اور وشال ہردے والا ہو اور تم رام کی مبارک ذات میں دل کی وسعت کا تماشہ دیکھوگے وہ پریم مجسم ہیں۔ دھرم مجسم ہیں۔ اخلاق مجسم ہیں۔ ان سے بہتر محبت دھرم اور اخلاق کی جھلکتی ہوئی مورت تم کہاں دیکھ سکوگے گرہستی کے تمام فرائض صرف دل کے ماتحت ہوتے ہیں۔ وہ جو کام کرتا ہے۔ دل سے کرتا ہے۔ اور دل ہی کی خوبیوں کا خزانہ پاکر اس کو خوشنما بناتا رہتا ہے۔ قول کا سچا۔ ورت کا درڑھ۔ مجلس اور راج کاج کے کام میں مستعید۔ یہہ گرہستی کا آدرش ہے۔ تمام دنیا کو تم ڈھونڈ آؤ۔ اس شان کا آدمی تم کو کہاں ملیگا۔ بھگوان نے اس روپ میں آکر دل کے کمال کا تماشہ دکھایا ہے۔ اور اپنی مثال سے ذہن نشین کرانا چاہا ہے کہ گرہستی کو اس طرح کا بننا چاہئے تین مرحلے ہو چکے۔ اب چوتھے مرحلہ کی طرف نگاہ کرو۔ رام کرشن

اور بدھ۔ رام میں دل کی نشو ونما ہوئی۔ کرشن درمیانی تھے۔
ان میں دل اور دماغ دونوں کی مناسب نشو ونما ہوئی۔ جو دن
پرستی کے لئے ضروری ہے۔ کرشن مکمل انسان ہیں۔ سولہہ کلا کے
پورن اوتار۔ ان میں ہر بات جچی تلی ہوئی ہے۔ تم یہاں آکر صرف
شریمد بھاگوت کے کرشن ہی کو نہ دیکھو۔ بلکہ مہابھارت اور گیتا
کے کرشن کی طرف بھی دھیان دو۔ بھاگوت کے کرشن ہی مہابھارت
اور گیتا کے بھی کرشن ہیں۔ مگر یہاں تم کو تعلق میں بے تعلقی اور بے
تعلقی میں تعلق رکھنے کی نہایت ہی شاندار مثال ملے گی۔ ہم کو مجبور
کہنا پڑتا ہے کہ دنیا کی تمام تواریخ میں کون انسان اس طرح کا باہم
دبے ہوا ہے۔ بھگوان نے خود اوتار دھارن کرکے دل اور
دماغ دونوں کے مناسب تعلقات کا مشاہدہ اس مقدس زندگی
میں دکھائے ہیں ذرا تنگ دلی اور بے تعصبی کو چھوڑ کر تب اُس
پوتر مورتی کا درشن کرو۔ پھر تم کہوگے کہ ہم سچ کہہ رہے ہیں یا غلط
کہہ رہے ہیں۔ گیتا سے بہتر تعلیم تعلق اور بے تعلقی کی کون دیتا
ہے۔ جاؤ۔ دنیا کے تمام کتب خانے تلاش کر آؤ۔ تمام قوموں
کے دفاتروں کو کھنگال ڈالو اور ہم کو یقین ہے کہ اگر تم تنگ دل نہیں
ہو تو انصاف کے ساتھ وہی فتویٰ دو گے۔ جو ہم دے رہے ہیں۔

یہہ اس زندگی کی درمیانی کڑی ہے۔ رام ابتداء کرشن درمیانی۔ اور بدھ اس کی انتہائی کڑی ہیں۔ بدھ بھگوان میں دماغ کی مکمل صورت ہے۔ بدھ خالص۔ دھیانی۔ گیانی سنیاسی اور تیاگی ہیں۔ راج پاٹ کو چھوڑ کر فقیری اختیار کرتی ہے۔ عورت اور اولاد سے منھ موڑ کر تپسوی کا روپ دھارن کر لیا۔ محل اور مکان کو ترک کرکے جنگل میں سکونت اختیار کرتی ہے۔ یہہ ایک جگہ نہیں ٹھہرے۔ ساری زندگی گھوم پھر کر بسر کی ہے۔ اور جیتے جی نروان پد کو پراپت کرلیا ہے۔ اور مکمل طور پر حیرت کرنے والی دنیا کو یہہ دکھلا دیا ہے کہ ترک دنیا ایسا ہوتا ہے۔ اے ناحق پسند انسان تو کیوں تعصب اور تنگ دلی میں پڑکر ناحق پاپ کرتا رہتا ہے دیکھ بدھ جیسا گیانی بھی کوئی ہوا ہے۔ بدھ کہتے ہیں عقل والے کو۔ اس پاک شخصیت میں عقل نے اپنی مکمل صورت دکھلادی ہے۔ اور زندگی میں کس طرح انسان کو تیاگی ہونا چاہئے۔ یہہ راز سب کو مثال بن کر سمجھا دیا ہے۔ تو اس پاک شخصیت کو ناستک کہتا ہے۔ رام رام! دنیا سخت نادان ہے۔ اس نے اب تک تیاگ کے معنی ہی نہیں سمجھے ہیں تو آ۔ اس مورتی کو سجدہ کر۔ یہاں تجھ کو سچے تیاگ کا لکشن ملیگا۔ اس سے بہتر مثال نہ کسی رشی میں ملیگی اور نہ کسی منی میں ملے گی۔ کیونکہ یہہ بھگوان کا تیاگی اور ویرگی

رُوپ ہے۔ رِشی منی تو اس کے خاک قدم تک کو نہیں پہونچ سکتے ہیں ہم جھوٹ نہیں کہتے ہیں۔ بالکل سچ سچ کہتے ہیں۔ اگر کوئی متعصب ہو کر اس مورتی کا درشن کرے تو ہم اس کو کیا کہیں گے۔ یہہ زندگی کا یہ تھا مرحلہ بھی ختم ہوگیا۔ اب کیا باقی رہا۔ وہ پانچویں بات جو تریاتیت کہلاتی ہے۔ تُریا کا پد بُدّھ بھگوان تک ہے۔ پانچواں کلکی تریاتیت ہے۔ یہہ کیا ہے۔؟ یہہ اظہار کا مضمون نہیں ہے

کہنا تھا سو کہہ چکے۔ اب کچھ کہا نہ جائے
ایک رہا دُوجا گیا۔ دریا لہر سمائے
جاپ مرے اجپا مرے۔ انہد بھی مر جائے
سُرت سمانی شبد میں۔ تاکو کال نہ کھائے
ایک کہوں تو ہے نہیں۔ دُوجا کہا نہ جائے
جیسا ہے تیسا رہے۔ کہیں کبیر سمجھائے

زندگی نے اپنا تماشہ دکھا دیا۔ بھگوان نے خود ہی دیا کر کے دسوں مرحلوں کی نظیر تمہارے ہمارے سامنے پیش کر دی ہے کیا اب بھی تم اوتاروں کا کھنڈن کروگے سوچو۔ اس حرکت بے جا سے باز آجاؤ۔ مچھ رُوپ سے ابتدا کرتے ہوئے کلکی رُوپ میں زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ایک خوبصورت دائرہ ہے جو مدّور شکل میں پرکار کے آسرے چکر لگا کر پورا ہو جاتا ہے۔ اور تریاتیت پد

میں آجاتا ہے۔ اس کے متعلق پرم سنت کبیر صاحب فرماتے ہیں

بن پاؤں کا پنتھ ہے۔ بن بستی کا دیش
بنا دیہہ کا پرش ہے۔ کہیں کبیر سندیش
نو ن گلا پانی بھیا۔ اب نہیں پھری ہے گون
شبد میلا بھیا۔ کال رہا گہہ مون
الکھ لکھا لالچ لگا۔ کہت نہ آویں بین
نج من دھنسا سروپ میں ست گورو دینی سین
سرت سمانی نرت میں۔ اجپا ماہیں جاپ
لیکھ سمانا الکھ میں۔ آپا ماہیں آپ
جو کوئی سمجھے بین سے۔ تاسوں کہے بات
سین بین سمجھے نہیں۔ تاسوں کہا نہ جات

نواں پرکرن
کرنی کی تاکید

پانچ مرحلے دکھلائے گئے۔ تصوف پسند طبیعتوں کے لئے یہہ مختصر بیان گنجینۂ معرفت ہے۔ جن میں تصوف کا ضمیر نہیں ہے ان لوگوں کو کیا بات سمجھائی جائے وہ سمجھیں گے بھی تو کیسے سمجھیں گے۔ خواہ مخواہ کے کھنڈن میں پڑ کر۔ وہ نہ صرف انصاف کا بلکہ اپنے دل و دماغ کا بھی خون کر رہے ہیں ان کو چاہئے تو یہہ تھا

کہ اوتاروں کے فلسفہ کو سمجھ کر۔ وہ اپنا جیون سادھن سمپن بناتے اور اسی راہ پر چلتے جو مقدس معاب اوتاروں نے دکھائی ہے مگر یہہ ایسے بھولے ہیں۔ اور بری طرح سے بھولے ہیں۔ آخر یہہ ہمارے ہی لختِ جگر ہیں۔ ہمارے ہی گوشت پوست ہیں اور ہمارے ہی بھائی بند ہیں۔ اس لیئے ان کی سیوا کے لیئے یہہ قلم رات دن گھس گھس کرتا رہتا ہے تاکہ یہہ اب سوچیں سمجھیں۔ پاگل نادان نہ بنیں۔ اور بھرم بھول میں نہ پھنسیں۔ اپنی زندگی عمل شغل کے مرحلوں سے گزارتے ہوئے اصلیت اور حقیقت کی راہ پر چلیں دھرم کا مارگ وہ نہیں ہے۔ جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ دھرم کا راستہ وہ ہے جس پر یہہ مہا پرش لوگ چلے ہیں۔ مہرشی ویاس جی اپنی لاثانی کتاب مہابھارت میں یکش کے سوال کرنے پر دھرم راج یودھشٹر جی کی زبان سے یوں کہلواتے ہیں۔ کون یودھشٹر جو کرشن بھگوان کے سمبندھی بھائی تھے۔ بانی یہہ ہے۔

ترکو و بھنشتم سمرتیو و بھنیم
نہ نیہہ منی تس متم نہ بھنیم
دھرسیہ تتوم نیتی گوہا یام
مہا جنا اسے نہ گتا سو پنتھا

یکش پوچھتا ہے۔ دھرم کیا ہے؟ اور دھرم راج جواب دیتے ہیں

شُرتیوں میں اختلاف ہیں۔ سمرتیوں میں اختلاف ہیں۔ کوئی رُشی منی ایسا نہیں ہے جس کے رائے میں اختلاف نہ ہو۔ دھرم کا تو بہت ہی گوڑھ ہے۔ اس لئے اے یکش! مہاجن اور بڑے لوگ جس راستہ پر چلے ہیں۔ وہی راستہ پنتھ ہے۔ یہہ صاف اور واضح کلام ہے تم کیوں جھگڑتے رہتے ہو۔ اس سے کیا ملیگا۔ میدان صاف ہے یہہ اوتار سچا راستہ دکھلا گئے ہیں۔ اس پر کیوں نہیں چلتے۔ کھودے ہوئے کنوئیں کا پانی موجود ہے۔ کیوں اور کنواں کھودنے میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ زندگی یوں ہی گزر جائے گی اور ہاتھ کچھ بھی نہیں آیگا۔ تم کرنی کرو۔ کتھنی کو چھوڑو۔ کرنی کرو جیسی اوتاروں نے کی ہے اور تمہارا بھی کلیان ہو گا۔ اس بارے میں کبیر صاحب یوں کہتے ہیں۔

کرنی کا رنچ ماہیں ہے۔ کتھنی کتھے اپار
ان باتوں کیا پائے۔ صاحب کا دیدار
کرنی کرے سو پتر ہمارا۔ کتھنی کتھے سو ناتی
رہنی رہے سو گورو ہمارا۔ ہم رہنی کے ساتھی
بانی تو پانی بھرے۔ چاروں بید مجُور
کرنی تو گارا کرے۔ رہنی کا گھر دُور
کتھنی بدنی چھوڑ کر۔ کرنی سوں چت لائے
نر کو نیر پلائے بن۔ کبھوں پیاس نہیں جائے

بن ترنی سمجھی تھے۔ لو رو ید ہے نہ سوئے
باتوں کے پکوان سے۔ دھایا ناہیں کوئے

ان اوتاروں پر غور کرنے اور خود قدرت کے کاروبار کے دیکھنے سے ہم کو یہ صاف نظر آ رہا ہے کہ زندگی تبدیلیوں کے مرحلوں سے گزر رہی ہے۔ یہاں پر نادان آدمی وہ ہے جو ایک جگہ اڑ جاتا ہے زندگی بیج روپ سے مچھلی کی صورت میں ظہور پذیر ہو کر کچھ۔ وارہ نرسنگھ۔ وامن۔ پرسرام۔ رام کرشن کے مرحلوں سے گذرتے ہوئے بدھ کی شکل میں تریا پد میں آتی ہے۔ اور پھر کلکی بھگوان کے روپ میں تریاتیت پد میں مکمل ہو جاتی ہے بھُولو مت کوشش کرو کہ جیتے جی اِس ایک زندگی میں سب کچھ شاکشا نکار ہو جائے۔ ابتدائی مذہبی قید و بند صرف دل کے تادیب و تربیت کے لئے ہے۔ پہلے اپنے دل کو یکسو کر لو۔ پھر یکسو کر کے تبدیل ہوتے چلو اور اُس وقت تک برابر ترقی کے ساتھ تبدیل ہوتے رہو۔ جب تک پرم پد میں داخلہ نہ مل جائے تم لوگ یوں ہی باتیں بنایا کرتے ہو۔ کچھ کرنا دھرنا بھی ہے۔ یا یوں ہی وقت اور زندگی کو کھو دینا ہے۔ سُنو! گورو بانی کو سنو اور بڑے غور سے سنو تا کہ کچھ تمہارے بھی پلے پڑ جائے۔ پرم سنت کبیر صاحب کیا کہتے ہیں۔

کبیر رُوڑا ہو رہے باٹ کا تج آپا ابھیما ن
۱ لُوبھ ۔ موُہ ۔ ترشنا تج ۔ تا ہی ملے پنچ نا م
روڑا ہوا تو کیا ہوا ۔ پنتھی کو دُکھ دے
۲ سادھُو ایسا چاہئے ۔ جیسے پنڈے کھیہ
کھیہ ہوا تو کیا ہُوا ۔ اڑ ۔ اڑ لاگے رنگ
۳ سادھُو ایسا چاہئے ۔ جیسے نیر نی سنگ
نیر ہوا تو کیا ہوا ۔ جو تاتا ۔ سیرا ہوئے
۴ سادھو ایسا چاہئے ۔ جو ہری ہی جیسا ہوئے
ہری ہو اتو کیا ہُوا ۔ جو کرتا دھرتا ہوئے
۵ سادھو ایسا چاہئے ۔ جو ہری بھج نرمل ہوئے
نرمل بھیا تو کیا ہوا ۔ جو نرمل مانگے ٹھور
۶ مل نرمل سے رہت ہیں کے سادھُو کوئی اور

ہمارے پیارے پڑھنے والو! ہماری باتوں کو بُرا نہیں ماننا ہم جو باتیں کہتے ہیں ۔ پریم کے ساتھ تمہارے ہی ہت کے لئے کہتے ہیں ۔ ہم فطرتاً سخت کلام نہیں ہیں اور نہ بدزبان ہیں بات چیت کے سلسلہ میں قلم کی زبان سے ممکن ہے ۔ کوئی سخت بات بھی نکل جاتی ہو ۔ مگر یہ بھی سیوک کی بات کو سب کوئی سُنتا ہے ۔ اور سہتا بھی ہے اسی طرح تم ہم کو بھی سمجھو ۔ ہم تو تمہارے خدمت گذار ہیں ۔ خدمت کرنا ہما

کام ہے۔ ہم معاوضہ تک تم سے طلب نہیں کرتے ہیں۔ ہم میں تمہارا پریم ہے۔ ہم جو کچھ اس زندگی کے مرحلہ میں کر رہے ہیں، وہ تمہاری ہی بھلائی کے لئے کر رہے ہیں۔ سیوک سے غلطی کا بھی ہونا امکان ہیں ہے۔ مگر ہے تو وہ پریمی سیوک اس کی سنو۔ تم اپنے جیون کو سادھن سمپن بناؤ۔ کام میں لگو۔ ہمارے لکھنے کا مقصد صرف اتنا ہی ہے اور یہی!

لگے ہاتھوں اُوپر کی بانی کی تشریح بھی سُن لو۔ تاکہ وہ اور بھی تمہارے ذہن نشین ہو جائے۔ اُوپر کبیر صاحب نے سات مرحلے دکھائے ہیں سات ہی مرحلوں کا تلازمہ تمہارے گاینتری کے پرانا یام منتر میں بھی آیا ہے۔

اوم بھوہ۔ اُدم بھوہ۔ اُوم سوہ۔ اُدم مہہ۔ اوم جنہہ اُوم تپہ۔ اُوم ستیم۔ اوپر کی بانی میں بھی سات مرحلے دکھائے گئے ہیں

ا۔ کبیر صاحب کہتے ہیں۔ دل کو یکسو کرو سچے بنتھائی۔ سچے سالک اور سچے اہلِ طریقت کی طرح پنتھ اور مسلک میں اوڑا بن کر پڑ رہو تاکہ تمہارا دل یکسو ہوتا جائے۔ تادیب اور تربیت کے مرحلوں سے گذرتا جائے۔ موہ۔ ترشنا اور بوجھ کو چھوڑتا جائے۔ تب ہی جا کر تم ست پد ست نام نج نام اور نج سروپ کی پراپتی کر سکوگے۔ تم جب تک ان مرحلوں میں نہ آؤگے۔ تب تک ست پد کا پانا تو درکنار رہا۔ نام تک اس کا تم

حاصل نہ کر سکو گے۔

(۲) لیکن اگر کوئی شخص پنتھ کا روڑا بھی ہوا۔ تو کیا ہوا۔ اُڑنے میں خیریت نہیں ہے اڑکر اگر راہ میں تم کسی چلنے والے مسافر کو ٹھوکر دینے لگتے ہو۔ تو بات کیا ہوئی۔ لوگ پنتھائی اور سمپردائی تو بن گئے مگر اپنی اکڑ سے دوسروں کو دُکھ دیتے ہیں۔ اپنے کو اچھا اور دوسروں کو بُرا سمجھتے ہیں۔ آپ دھرماتما ٹھہرتے ہیں اوروں کو ادھرمی بتاتے ہیں یہہ دُنا زاری کا مارگ ہے۔ اس کے پنتھائی ہونے میں کیا فائدہ ہے۔ سادھن کرنے والے سادھو کو اس راہ میں خاک اور دھول کی طرح ہو جانا چاہئے۔ تم اڑو مت۔ رگڑو مت اور اڑ گڑ کر لڑو مت تم خاک ہو جاؤ۔ دوسروں کے پاؤں تم پر پڑیں اور تم ان کی سہو تب تو بات ہے۔

(۳) لیکن تم اگر خاک اور دُھول بھی ہو گئے۔ تو کیا ہوا۔ دھول اُڑ اڑ کر دوسروں کے جسم اور کپڑوں کو میلا کرتی ہے۔ اور ان کو داغدار بناتی رہتی ہے۔ تب تو بات کچھ نہیں ہوئی۔ یوگی نے یوگ سے طاقت حاصل کر لی۔ اور اگر وہ طاقت اور سدھ شکتی دوسروں کو ستاتی ہے۔ ان میں عیب دکھلاتی ہے اور ان کو بدنما بناتی ہے۔ تب وہ اچھی نہیں ہے اس سادھن کرنے والے سادھو کو ایسا ہونا چاہئے۔ جیسے پانی ہوتا ہے پانی اوروں کے میل اور کثافت کو دھوتا ہے۔ سادھو کو بھی چاہئے جہاں تک ہو سکے سب کو بے عیب بنائے اور ان کی برائیوں کو نظر انداز کرتا ہوا

ان کو بھلائی کے طرف لے جائے اور اُن کا اُپکار کرے۔ یہہ سچّے سادھو پن کی علامت ہے۔

۴۔ پھر بھی اگر پانی گرم ہوگا تو بدن کو جلا دیگا۔ سرد ہوگا تو جسم کو کپا دیگا۔ کمزور انسان اس کی وجہ سے بیمار ہو جائیں گے اور تکلیف محسوس کریں گے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص گرم اور سرد پانی کی طرح دوسروں کے عیب کو دھوتا تو ہے مگر سختی سے کام لیتا ہے۔ یہہ سختی ان کے لئے باعث عذاب ہوگی۔ اور یہہ بھی اپنے درجہ سے گر جائیگا۔ سدھار اور اصلاح کرتے وقت سخت کلامی اور سرد مہری سے سلوک کرنا سادھو کے آئین کے برخلاف ہے۔

"دل میازار۔ ہر چہ خواہی کن
ستیم بُرویات۔ پریم بُرویات"

سچ بولو مگر میٹھا سچ بولو۔ سادھن کرنے والے سادھو کو چاہئے کہ وہ ایشور کی طرح ہو۔ ایشور عیب دیکھتا ہے۔ پردہ پوشی کرتا ہے۔ لوگ اس کو غلطی سے بُرا بھلا بھی کہتے رہتے ہیں۔ مگر وہ سب کو روزی بہم پہنچاتا ہے۔ اسی طرح سادھو سب کی سہتا ہے اور سب کا اُپکار کرتا رہتا ہے۔

۵۔ اگر سادھن کرنے والا سادھو ایشور کی طرح شکتی والا ہوتا ہے اور کرتا دھرتا بنتا ہے۔ تو ابھی تلک اس میں اہنکار ہے۔ اہنکار اگیان کی جڑ ہے۔ یہہ وہ باریک بندھن ہے۔ جو نظر نہ آتا ہوا جیووں کو

سنسار میں پھنسا رکھتا ہے اہنکار جگت کی جڑ ہے۔ اس کے آدھار پر سب کا کھیل ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اہنکاری ہونا سادھوپن کا لکش نہیں ہے سادھو کو تو چاہئے کہ ہری کو بھج کر نرمل ہو جائے اور اہنکار کا نام تک اس میں باقی نہ رہے۔ وہ سیوا کرے مگر سیوا کا غرور اس میں نہ ہو۔ وہ بھگتی بھاؤ سکھائے۔ مگر بھگتی بھاؤ سکھانے پر وہ ناز نہ کرے ورنہ آپے کا دوش اس میں بھی آ جائیگا۔ وہ نرمل ہو۔ مل سے پاک ہو۔ ساری کثافتوں کو دھوکر بہادے اور اپنے آتما کے جلال میں چمکتا رہے۔

۶۔ اگر وہ نرمل ہوکر اپنے جلال میں منور ہے۔ اور ایک استھانی بنا رہے تو وہ جگہ مانگتا ہے اور ٹھور ٹھکانہ تلاش کرتا ہے۔ تو یہہ اچھا نہیں ہے۔ سپت رشی اپنے اپنے جلال کے ساتھ نرمل ہوکر آکاش میں چمک رہے ہیں مہاراج دھرو بھگتی کرکے شدھ اور پوتر ہوکر دھروتارا بنے ہوئے ایک استھانی ہو گئے ہیں۔ بلکہ منڈلیک ہو گئے ہیں۔ وہ اونچے چڑھ کر بھی بندھے ہوئے ہیں ان کا بندھن اب تک بھی نہیں کٹا ہے۔ یہہ مکتی کب ہے۔ سادھو کو منڈلیک ہونا۔ ایک استھانی ہونا اور ٹھور ٹھکانہ مانگنے سے پرہیز کرنا چاہئے

۷۔ جو مل اور نرمل دونوں سے آزاد ہیں۔ جو ست اور است دونوں سے جدا ہیں۔ جو لطافت اور کثافت دونوں سے پرے ہیں۔ یہہ سادھو کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔ اور یہی اصل میں سچے سادھو کہلاتے ہیں۔ یہہ سادھو کے لکشن ہیں اور یہہ تریاتیت پرم پد ہے۔ یہی معراج تمنا ہے۔ اور یہی دھرتگ

ہے ۔یہی سچا نروان پد بھی ہے۔یہی مکتی پد اور سب کچھ ہے ۔

دسواں پرکرن

اوتار کیوں ہوتا ہے

یہہ سوال کہ ایشور اوتار دھارن کرسکتا ہے یا نہیں ۔یہہ ایک معمولی سوال ہے ۔ ۱۔اُس میں یہہ طاقت موجود ہے ۔جب وہ قادر مطلق اور سرو شکتی مان ٹھہرا تو پھر اوتار دھارن کرنا ۔اس کے لئے کونسی مشکل بات ہے ۔وہ جو چاہے کرسکتا ہے اس کی طاقت کا حد و حساب کہاں ہے ۔(۲) جب کوئی شخص اس کے بے حد ہونے کا یقین کریگا تو حد بست کا خیال خود اس کے اندر پہلے ہی سے موجود رہے گا ۔(۳) جس میں دنیا کی تمام طاقتوں کا وہم جما یا گیا ہے تو اس میں خود بخود محدودیت کا تصور پہلے ہی رہے گا ۔(۴) جس کو کثرت کا بھرم ہوا ہے ۔اس کو قلت کا بھرم بھی پہلے ہی سے ہونا چاہئے (۵) جس میں وحدت کا امکان ہے ۔اس میں تثلیث اور کثرت کا بھی امکان کیوں نہ ہوگا (۶) جس میں بڑائی ہے ۔اس میں چھوٹائی پہلے ہی سے آویگی (۷) جس میں گیان کا امکان ہے ۔اس میں گیان کے آدھار پر اگیان کا رہنا ممکنات سے ہے ۔(۸) جہاں پرکاش ہے ۔وہاں ہی اندھیکار ہے (۹) جو خدا ہے ۔اس میں خود بندگی کی شان بھی ہوگی (۱۰) جہاں ذات ہے وہاں صفات کا رہنا ضروری ہے ۔برہم بنا خود مایا بنا ہے ۔شان ربوبیت خود شان عبودیت ہے ۔(۱۱) جو ایک ہے وہی دراصل انیک بھی ہے ۔

(۱۲) جو کُل ہے۔ وہی جز کا مجموعہ بھی ہے۔ یہہ دونوں نسبتی حالتیں ہیں اسی طرح جہاں دوند کا گمان ہے۔ وہاں دونوں حالتیں ہر وقت موجود رہیں گی۔ یہہ منطق ہے۔ یہہ باتیں عقل کی کسوٹی پر ہمیشہ سے کسی ہوئی چلی آتی ہیں۔ دانا لوگ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھتے ہیں۔ ذات مکمل کی تعریف بھی یہی ہے کہ اس میں نقص کا احتمال رہے۔ خود نقص اس کے سہارے رہے۔ اُوپر ہم نے بارہ باتیں کہی ہیں۔ یہہ اور بھی کہی جاسکتی ہیں۔ کیونکہ نسبتی مدارج میں ہمیشہ دو پنے کا امکان رہتا ہے۔ جب تک یہہ نہ ہو۔ تب تک تمیز کے مدات کیسے قائم ہوں گے۔ اور ہوسکیں گے۔ یہہ ایک بنی بنائی بات ہے۔ اور ایک ایسی لاجواب منطق کی زبردست دلیل ہے جس کو کوئی بھی ذی فہم آدمی اپنی صحبت سے کاٹ نہیں سکتا ہے۔ ناداں اور بچوں کی گفتگو دلیل سے خالی ہوتی ہے۔ جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ ایشور اوتار نہیں دھارن کرسکتا۔ وہ بالکل غفلت اور نادانی میں پڑے ہوئے ہیں ان کی نظر اونچی نہیں ہے۔ اس لئے اس طرح کہا کرتے ہیں۔ اگر وہ ذرا بھی سمجھ بوجھ والے ہوتے تو ایسے نادانی کے کلمے کبھی بھی زبان سے نہ نکالتے جس آچاریہ نے ایسی تعلیم دی ہے۔ وہ چاہے سنسکرت زبان کا عالم فاضل ہی کیوں نہ ہو مگر مذہب کے فلسفہ کی دنیا میں وہ ابھی شیر خوار بچہ ہے۔ اسکو اصول ارتقاء کے بموجب ابھی کئی جنم اور دھارن کرنے پڑیں گے۔ تب جاکر تصوف کا یہہ راز یا رمز اُس کی سمجھ میں آئیگا۔ کوئی ایسے نادان شخص

کے ساتھ کیا بحث مباحثہ کرے۔ بچوں کے ساتھ عقلا لوگ کب الجھنے لگے۔ بچے لڑنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارا کرتے ہیں۔ اور آستین سنبھالتے ہیں۔ عقلا ان کی حرکت دیکھ کر ہنس دیتے ہیں۔ مورکھ اور اگیانی لوگ ہر وقت چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے شاستر ارتھ کا چیلنج دیا کرتے ہیں۔ یہہ تو ابھی بالکل طفل مکتب ہیں۔ یہہ سچے علم اور سچے عقل کے میدان میں ابھی تک نہیں آئے ہیں۔ ان کے چیلنج کا بھی جو لوگ جواب دینے کو آمادہ ہوتے ہیں۔ وہ بھی ابھی بچے ہی ہیں۔ ان کے ساتھ کون الجھے اور بچوں کے ساتھ کون جھگڑا کرے۔ بچے آپس میں لڑا ہی کرتے ہیں۔ عقلا ان کی نادانی کا تماشہ دیکھتے ہیں۔ بچے بڑوں کو لڑنے کے لئے للکارا ہی کرتے ہیں دانا لوگ ہنس کر کہہ دیتے ہیں کہ "تم جیتے اور ہم ہارے" بس یہی بات ہے اور بچے خوش ہو جاتے ہیں۔ بہت اچھا یہہ فتح نصرت تم کو مبارک ہو! اور تم خوش رہو! جب گنتی اور شمار ایک میں سے لیکر سنکھ پدم تک کا شمار رہتا ہے۔ تو ایشور میں محدودیت کی شان کیوں نہ ہوگی۔ حساب تو دس روپیوں کا ہی حساب ہوتا ہے۔ اور نیل۔ پدم اور سنکھ کا بھی حساب ہوتا ہے۔ حساب محدود بھی ہے۔ اور غیر محدود بھی ہے۔ مکمل حالت میں دونوں پہلو رہتے ہیں۔ سمندر میں اتھاہ پانی بھی ہے۔ اور تھاہ کا پانی بھی ہے۔ اس میں لہریں بھی ہیں۔ حباب بھی ہیں۔ بلبلے بھی ہیں قطرے بھی ہیں۔ اگر یہہ نہ ہوں گے تو سمندر کو کوئی سمندر کیسے کہیگا۔ جب تک کل

میں جز نہ ہوں گے۔ وہ کل کیسے کہلائیگا۔ ریگستان میں ریت کے ان گنت ذرات رہتے ہیں۔ اگر وہاں ذرات نہ ہوں گے تو وہ ریگستان کیسے کہلائیگا۔ جنگل کی تعریف تو یہی ہے کہ اس میں بے شمار درخت ہوں۔ سورج کی وصف یہی ہے کہ اس میں بے شمار شعاعیں موجود ہوں ناقص اور مکمل پہلو جب ساتھ ساتھ رہتے ہیں تو کسی کو کوئی عدم کیسے کہہ سکتا ہے۔ یہہ صرف جھگڑا ہی جھگڑا ہے۔ اور یہ جھگڑا زندگی کی نفاسے برابر ہوتا رہتا ہے۔ بادشاہ جب خود بندہ کی خدمت کرتا ہے تو اس کی شان بندگی سے چھٹکارا کیسے ہو سکتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہہ بڑا ہے۔ وہ چھوٹا بھی ہے۔ بندے کئی ہیں۔ وہ ایک ہے۔ اور وہ انیک بھی تمیزی مدات سے ہے۔ انیک کو چھوڑکر ایک میں جب نظر آتی ہے تو پھر ایک اور انیک کا جھگڑا مٹ جاتا ہے۔ تب جو حالت ہوتی ہے۔ وہ کہنے سننے میں نہیں آتی ہے۔ اور جب تک یہہ نظر نہیں بن جاتی ہے میں اصلی بھید یا راز بھی کم ہی معلوم ہو سکتا

اسی کے تمام نام۔ رُوپ اور رنگ ریکھائیں ہیں۔ اس کے سوا دوسرا ہو
کب سکتا ہے۔ اور جب وہ خاص روپ میں اپنی وشیش طاقت کے ساتھ
آ کر اظہار کرتا ہے۔ اور سامانیہ حالت کو چھوڑ دیتا ہے۔ تب اس کو اوتار
کہتے ہیں۔ یہ اوتار دراصل بلاشک وشبہ برہمی کے ظہور ہوتے ہیں
اور اس نظر سے رام اور کرشن اسی کے اوتار اور انش ہیں۔

گُل میں ہے اس کی رنگت۔ بلبل میں اس کا لہجہ
آتش میں اس کی گرمی۔ سورج میں اس کا جلوہ
وہ خود ہی جز و کل ہے۔ وہ جام نشہ ئی ہے
سال اور مہینہ دن میں۔ وہ وقت کا ہے لمحہ
سُر میں الاپ میں ہے۔ ہجر اور ملاپ میں ہے
سرگم کے بطن میں ہے۔ موجود اس کا نغمہ
ہے تم میں ہے۔ وہ ظاہر میں گم میں ہے وہ
صحبت سے کھل گیا یہ عقدہ

بات کی طرف نہیں جاتی ہے۔ اور وہ جب تک ابھیاس اور ویراگ سے

کام لے کر سنتوں کی سنگت نہ کریں گے۔ تب تک کیسے ممکن ہے کہ وہ بلند

ہے۔ تب تک سفت

نظر اور بلند عقل بنیں گے۔

ہے۔

ہے اوپر ایک حق کی منائی پیش کر دی ہے۔ سمجھنے بوجھنے کے لئے

صرف وہی کافی ہے۔ من جب ہاتھ کی جگہ آ کر کام کرتا ہے۔ تب وہ ہاتھ

کی طاقت کہلاتا ہے۔ ویسے ہی وہ جسم میں محیط کل ہے۔ وہی ایک تو ہے جو

تمام رگ رگ ریشہ ریشہ اور رُوم رُوم میں سمایا ہوا ہے۔ اسی کے تو

ایک نام ہیں اسی طرح اس برہمانڈ میں برہمانڈی من کا کھیل ہوتا رہتا ہے

جد کا کرا

اور انتہا بھی اس کی شیوے

پہلے بھی دو جلدوں میں اس رامائن کو سنایا تھا۔ جو بازار میں فروخت
ہوتی رہیں۔ وہ کوئی اور چیز تھی اس میں صرف قصہ اور کہانی کا پیرایہ
ملحوظ خاطر تھا۔ اس میں وگیان ہے کیونکہ یہہ آخری مرتبہ اپنے ناظرین
کو سناتا ہے۔ تاکہ وہ وگیان کی نظر سے اس کو دیکھ کر پڑھ کر اور سن کر
ساتھ ساتھ اصلیت اور رمز حقیقت کو بھی جان جائیں۔ یہہ علم تصوف
[illegible] ات ہی کانڈ ہیں۔ جو رعایت پرانا بام کے گائتری
[illegible] سے با [illegible] تنخیص ہے یہہ ادھیاتم سمجھے
مقابلہ کرکے دیکھے مگر چونکہ ان کے مطالعہ سے یہہ خیال پیدا ہو
رہا ہے۔ اس لئے ان کا تشویر بڑا احسان ہے اس وگیان رامائن میں نہ تو
ادھیاتم رامائن سے یا والمیکی رامائن سے نہ کسی سے کچھ لیا گیا ہے۔ ہاں

تلسی داس جی مہاراج کی رامائن کے واقعات پر اس کی بنا درکھی جاتی ہے۔ شیو اس خاص رامائن کے اور کوئی بھی کتاب کا اب شایق نہیں رہاہے۔ یہہ علمی مذہبی اور گیان کے کتب خانہ میں لاثانی تصنیف ہے اس کی برابری کوئی بھی کتاب جو رام چرتر سے مخصوص ہے۔ نہیں رکھتی ہے کم از کم شیو کا ایسا ہی خیال ہے جو لوگ اس تلسی کرت رامائن کو پڑھیں گے وہ جی لگا کر پڑھتے رہیں۔ وہ کبھی کسی حالت میں بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ بھگتی۔ بھاو سے خالی رہیں گے مالک کے پریم میں اور عرفان کی دولت میں وہ مالامال رہیں گے۔ تلسی داس جی پریم اور بھگتی کے گنگا کے زبردست اور لاثانی تیراک ہوئے ہیں۔ وہ اس میں کبھی غوطہ لگاتے ہیں اور کبھی سطح آب پر آ جاتے ہیں۔ اور جو لوگ کناروں پر کھڑے ہوئے ہیں ان کے اوپر اس پوتر گنگا جل کے دس بیس چھینٹے ضرور ہی ڈال دیتے ہیں تاکہ وہ لوگ بھی پاک صاف پوتر ہو جائیں۔ اور اس پتت پاونی گنگا کے طراوٹ سے کبھی خالی نہ جانے پائیں۔ رامائن لکھ کر انہوں نے اس دنیا پر بہت بڑا احسان کیاہے اور جب تک انسان میں انسانیت باقی ہے وہ بھول کر بھی ان کے احسان کو بھول نہیں سکیگا ہم بھی اُن ہی کے خوشہ چینوں میں سے ہیں۔ اور اس خوشہ چینی کا سچّے دل سے احسان کے ساتھ اعتراف بھی کرتے ہوئے ان کے چرن کمل میں سر جھکا کر یہہ عجیب و غریب کہانی بالکل ہی نئے طرز پر سنانیکی جرات کر رہے ہیں۔ مالک کل سب کی سنبھال کرے اور سب کا کلیان کرے

ایک نام کو جان کر۔ دُو جاوئے بہائے
جب تپ تیرتھ ورت نہیں۔ ست گور وچرن سمائے
سب آئے اُس ایک میں۔ ڈال پات پھل پھول
اب پیچھے کہو کیا رہا۔ گہہ پکڑا جب مُول
جو یہہ ایکے جانیا۔ تو سب ہی جانا جان
جو یہہ ایک نہ جانیا۔ تو سب ہی جان اجان
جو یہہ ایک نہ جانیا۔ بہو جانے کیا ہوئے
ایکے تے سب ہوت ہے۔ سب سے ایک نہ ہوئے
مورکھ سینچے پات کو۔ سینچ سینچ مرجائے
مالی سینچے مُول کو۔ پھولے پھلے اگھائے

وحدت کے طبقہ میں اور بھگتی کے مارگ میں ایک ہی سے کام رکھا جاتا ہے۔ جو لوگ بہت سوں کا اشٹ باندھتے ہیں۔ وہ وبھچاری ہوتے ہیں۔ جو ایک سے کام رکھتے ہیں۔ وہ پتی ورتا۔ مُوحد اور حق پرست کہلاتے ہیں۔

پتی ورتا کو سُکھ گھنا۔ جا کا پتی ہے ایک
من میلی وبھچارنی۔ جا کے کھسم انیک
پتی ورتا وبھچارنی۔ ایک مندر سے باس
یہہ رنگ راتی پیو کی۔ وہ گھر گھر پھرے اُداس

پتی ورتا میلی بھلی ۔ کالی کوچل کورُوپ
پتی ورتا کے رُوپ پر۔ وارُوں کوٹ سُروپ
پتی ورتا کے ایک تم ۔ تم بن اور نہ کوئے
آٹھو پہر نرکھت رہے ۔ سوئی سوہاگن ہوئے
پتی ورتا میلی بھلی ۔ گلے کانچ کی پوت
سب سکھیوں میں یوں دیکھے ۔ جیوں ربی ششی کی جوت

تیسرا سوال یہہ ہے ۔ دھیان ویاپک کا ہوتا ہے یا کسی محدود کا؟ ویاپک کا دھیان کیسے ہوگا ۔ کہنا سَہل ہے ۔ مگر کرنا غیر ممکن ہے اجی تم سرب ویاپک کا دھیان کرتے ہو ۔ بہت اچھا ۔ سرب ویاپک کا دھیان کیا کروگے کیا ہوا ۔ سمندر لہراتا ہے ۔ آکاش منڈل پھراتا ہے ۔ یہہ تمہارا دھیان ہوگا ۔ اور اس طرح کا تمہارا گیان ہوگا ۔ کیا بھول بھرم میں پڑے ہوئے ہو ۔ اے غلط تعلیم! تونے ہم کو کہیں کا نہیں رکھا ہے ۔

"دونوں دین سے گئے پانڈے
حلوا ملا نہ مانڈے"
گئے دونوں جہاں کے کام سے ہم
نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

گُڈا ہوسی چھوڑو۔ بُو ہوسی بُری چیز ہے۔ چھوٹی باتوں سے کیوں غرض اور واسطہ رکھتے ہو۔ بھائی! کچھ کام بھی کرنا ہے یا یوں ہی زندگی کو برباد کرنا ہے تم کسی ایک سے واسطہ رکھو۔ وبایک کو چھوڑو۔ بحث مباحثہ چاہے بھلے ہی کیا کرو۔ اس کا مضائقہ نہیں ہے۔ مگر عمل و شغل میں بیوہار اور پرمارتھ میں۔ تو جب ہوگا۔ ایک ہی سے تعلق ہوگا۔ کام سرب ویاپک ہے تم کسی ایک کام کو کرتے ہو یا سب کے سب کو پیشہ سرب ویاپک ہے تم ایک پیشہ کرتے ہو یا بہت سے پیشوں سے تعلق ہے۔ جب بیوہار میں محدودیت ہے۔ تو پرمارتھ میں محدودیت کیوں نہ ہوگی۔ کسی باخبر کی صحبت چند دنوں اختیار کرو۔ اپنے اوپر رحم کرو۔

"ایک سر اور ہزار سودا"

کا خیال بیجا اور فضول ہے۔ سوچو یہہ سوال کام کے ہیں یا نہیں۔ اس لئے اوتار کو مانو۔ بھگوان کے اوتار اب بھی ہوتے ہیں یہہ نہ سمجھو کہ اوتار اب نہیں ہوتے اب بھی وہی کام ہو رہا ہے جب جب دھرم کی ہانی ہوتی ہے۔ تب، تب بھگوان کسی نہ کسی صورت میں پرگٹ ہو کر تعلیم و تلقین کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

اب بھی وہ سلسلہ جاری ہے۔ دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں۔ جن کی آنکھیں اب تک نہیں کھلیں۔ وہ کیا دیکھیں گے۔ شمع معرفت روشن ہے پروانے آ آکر۔ منڈلا منڈلا کر اس کے گرد نثار ہو رہے ہیں۔ خوش نما گلاب آب و تاب کے ساتھ کھلا ہوا ہے۔ بھونرے اس کی خوشبو پر جان دے رہے ہیں۔

جو کام ہوتا ہے۔ ادھیکار پر ہی ہوتا ہے۔ ادھیکار نہیں تو کوئی کسی کو کچھ دے نہیں سکتا ہے۔ نہ کوئی کسی سے لے سکتا ہے آدھیکاری ملے تو اس سے بات چیت کی جائے۔ "ان ادھیکاری کے ساتھ کون سر کھپی کرے!"

جب گن کا گاہک ملے۔ تب گن لاکھ بکائے
جب گن کا گاہک نہیں۔ کوڑی بدلے جائے
نام رتن دھن پائے کر۔ گانٹھی باندھ نہ کھول
ناہیں پن نہیں پارکھی۔ نہیں گاہک نہیں مول
نام رتن دھن مجھ میں۔ کھان کھلی گھٹ ماہنہ
سیت میت ہی دیت ہوں۔ گاہک کوئی ناہنہ
ہیرا پرکھے جوہری۔ شبد کو پرکھے سادھ
جو کوئی پرکھے سادھ کو۔ تاکا متا اگادھ

گا دنیا کے دُکھ ہوں ۔ اور شہر ونلکے کان
گیانی کے ہردے ہوں ۔ بھیدی کا ہیں پران

بارھواں پرکرن

مانس رامائن

اس تمہید کے بعد اب ہم تم کو اس مانس رامائن کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔ جو شیوجی مہاراج کے ہردے سے نکلی ہے ۔ اور جن لفظوں میں گوسائیں تلسی داس جی نے اس کا نقشہ کھینچا ہے ۔ اُن ہی کو الٹ پھیر کر ہم تم کو دکھاتے ہیں مگر اس رُوحانی منظر کے مشاہدے کے لئے روحانی نگاہ ہو تو کام بنے گا ۔

حقیقت کی حقیقت ہے ۔ کہانی کی کہانی ہے
سُنو تم گوش دل سے آکے ۔ شیوجی کی زبانی ہے
سنائیں قصہ کے پیرایہ میں راز یہاں تم کو
یہہ قصہ معرفت کے راز باطن کی نشانی ہے
سنیں گے سننے والے سننے کے وہ دل شاد ہوں گے سب
انھیں سُوجھیں گے نکتے کیا عجب یہہ قصہ خوانی ہے
جسے کہتے ہیں رامائن وہ گنجینہ ہے عرفان کا
عمارت عشق کی ہے گر اس کی یہہ بے شبہ بانی ہے

یہہ بحر معرفت ہے اس میں آ کر تم شناور ہو
بھرا اس کے بطن میں سن تو۔ پرمارتھ کا پانی ہے

عقل سلیم زمین ہے۔ اتھاہ ساگر کے دل کی گہرائی ہے۔ ویداور پُران سمندر ہیں۔ سادھو اس کے بادل ہیں۔ سمندر کا پانی یوں تو کھارا ہوتا ہی ہے۔ مگر جب بادل اس کے بھاپ کو لیکر آسمان پر اڑتے ہیں تو وہی پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وید اور پرانوں کی کتھائیں جب سادھوں کی بانی بولنے لگتی ہیں۔ تو وہی کتھائیں۔ میٹھی اور رسیلی ہو جاتی ہیں۔ یہی بادل برس کر دنیا کو تراوٹ اور تازگی بخشتے ہیں بھگوان کی گُن لیلا جو پاپوں کو ہر لیتی ہے اُس کی لطافت عجیب ہے۔ پریم اور بھگتی اس کی حلاوت ہے جس طرح ساون بھادوں کی جھڑی پاکر دھان کے کھیت لہلہا اُٹھتے ہیں۔ اسی طرح بھگت جن اُسس کو پاکر سنیل۔ شانت مدُھر اور میٹھا اس رس والے ہو جاتے ہیں۔ آسمان پر بادل چھا گئے ہیں وہ رم جھم۔ رم جھم برسنے لگے ہیں عقل کی زمین میں گر کر جب یہہ پانی کانوں کے راستہ سے سمٹ سمٹ کر دل کے پانی کے استھل میں جا کر ٹھہر جاتا ہے۔ تب وہ مانس سرور کا نام پاتا ہے۔ پانی ٹھہر گیا۔ اور وہی پانی پرانا ہو کر میٹھا۔ تر یز اور خوش ذائقہ بن جاتا ہے۔ اس میں جو چار سمواد ہیں۔ (۱) شیو پاروتی سمواد (۲) باگیہ ولکیہ بھردواج سمواد۔

(۳) گُرڑ کاگ بُھسنڈی سمواد اور (۴) تلسی داس اور ان کے شردتا گونں کے سمواد ہیں وہی اس کے چار خوبصورت گھاٹ ہیں اس میں جو سات کانڈ آئے ہوئے ہیں ۔ وہی سات سیڑھیاں اس کی ہیں ۔ گیان والی آنکھ ان کو ایسا ہی سمجھتی ہے ۔ شری رامچندر جی کی زبردست مہما اس مانس سردور کا نرمل جل ہے ۔ اس میں جو آسمان سے باتیں کرنے والی لہریں اٹھتی ہیں ۔ وہ شری بھگوان رام اور سیتا کے ولاس کے چرتر ہیں ۔ خوبصورت نظم صاف شفاف موتیوں کے سیپ ہیں ۔ جو دل کے نیک جذبات کو ابھارا کرتے ہیں ۔ اس مانس سرو ور کے کنارے ہنس رہا کرتے ہیں ۔ اس مانس رامائن کے ہنس گیان اور ویراگ رُوپی بچار ہیں ۔ ارتھ ۔ دھرم ۔ کام ۔ موکش ۔ گیان وگیان ۔ جپ تپ یوگ ویراگ یہہ نو طرح کی بھگتی ہیں یہہ سب اس تالاب کے جانور ہیں اور سادھو لوگ جو نام کا گن گایا کرتے ہیں ۔ وہ اس تٹ کے کلیل کرنے والے پرند ہیں ۔

اس مانس سرو ور کے چاروں طرف آم کے خوبصورت باغ لگے ہوئے ہیں ۔ یہہ سنتوں کی منڈلیاں اور سادھوں کے ست سنگ گھر ہیں ۔ شردھا اس کا بسنت رتو ہے ۔ مختلف قسم کے بھگتی کے بیانات دیا کرونا چھما وغیرہ کے اس کے بیل اور لتائیں ہیں ان کے پھول یَم اور سنیَم ہیں اور ان کے پھل گیان رُوپی امرت ہیں ۔ ایشور کی بھگتی

کا جو رس ہے وہ اس پھل کی میٹھی لذت ہے۔ کتھا سننے والوں
میں جو رقت پیدا ہوتی ہے اور پریم کا جذبہ امنڈتا ہے۔ وہ یہاں
دہار کرنے والے خوبصورت پشو پکشی ہیں اس بغیچہ کا مالی من ہے جو
محبت اور پریم کے جل سے ان باغوں کو سینچا کرتا ہے۔ جو لوگ اس رامائن
کے نغموں کو خوش ہوکر اور مست ہوکر گاتے رہتے ہیں۔ وہ اس مانس
کتھا کے پاسبان اور رکھوالی کرنے والے سپاہی ہیں جو مرد اور عورتیں
اس روحانی کتھا ..... کو بلا ناغہ سنتے رہتے ہیں۔ وہی اس روحانی
کتھا کے ادھیکاری لوگ ہیں۔ وہی اس مانس سروور تالاب میں نہاتے دھوتے
اور غوطہ لگاتے ہیں۔ اس مانس سروور تک جانا کسی نفس پرست
آدمی کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں کسی دشئے رس کی کتھا سے کام
نہیں رہتا ہے۔ اول تو یہاں کسی کا آنا ہی مشکل ہے کیونکہ رام کی کرپا کے
بغیر یہاں کوئی آدمی آ ہی نہیں سکتا ہے کیونکہ راستہ بہت دشوار
گذار ہے۔ برے نفس پرست آدمیوں کی سنگت روکاٹ پیدا کردیتی ہے
جن کو شردھا اور وشواس سے کام رہتا ہے جن کو سنتوں کے ست سنگ
کرنے کا شوق رہتا ہے جن کو رام نام سے پریم رہتا ہے۔ وہی لوگ یہاں
آسکتے ہیں سچ جن پر رام کی کرپا ہو جاتی ہے۔ وہی لوگ پریم کے
ساتھ مانس سروور میں نہاتے ہیں پھر ان کو تین تاپوں کا دکھ نہیں
ستاتا ہے۔ ان ہی کو رام کے چرن پیارے لگتے ہیں۔ بھائیو! جو شخص اس

مانس سرور میں نہانا چاہتا ہے۔ وہ اپنا من لگا کر سنتوں کا ست سنگ کرتا رہے۔ اُس روحانی مشاہدے کے دیکھنے کے لئے روحانی آنکھوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

روحانی نظارے دیکھنے پر شاعروں کی بدھی نرمل ہو جاتی ہے اور صاف نگاہ شفاف بن جاتی ہے۔ ان کے دل کا جذبہ بڑھ جاتا ہے خوشی سرور اور مستی آجاتی ہے۔ پریم اور آنند کی دھارا امنگ کے ساتھ بہ نکلتی ہے۔

سرجُو ندی منگل کی جڑ ہے۔ اس سرجو کا نام سومانش نندن ہے جب یہہ بہہ نکلتی ہے کلجگ کے پاپ سارے دُھل جاتے ہیں سنتوں کی سبھا بے مثال اودھ ہے جو منگل اور سُکھ کی کھانی ہے۔ رام کی بھگتی رُوپی گنگا میں یہہ سرجُو ندی جاکر آپ مل جاتی ہے کیونکہ یہہ سوکرتی والی ہے گنگا میں اور بھی ندیاں آملتی ہیں۔ وہ چاند اور سون ہیں ان دونوں ندیوں کے بیچ میں گنگا کی خوبصورت دھار اس طرح بہتی ہے جیسے گیان اور ویراگ کے بیچ میں بھگتی کی گنگا بہتی رہتی ہے۔ یہہ تینوں ندیاں تینوں تاپوں کی آگ کو بجھانے والی ہیں اور رام رُوپی سمندر جہاں ساگر میں یہہ تینوں جاکر مل جاتی ہیں اور اس سے مل کر ایک ہو رہتی ہیں۔ سرجُو کا باپ مانس سرور ہے یوں تو وہ یوں ہی پاک پوتر ہے۔ دوسرے گنگا میں

اس کا ملنا سونے میں سوہاگے کا کام دے گیا ہے۔ اس کتھا کے سننے سے من پاک شردھا اور نرمل ہو جاتا ہے۔ رام اور چاروں بھائیوں کا بواہ منگل اُتساہ ہے جس کے سننے سے سکھ پیدا ہوتا ہے اور کہنے سے آنند ملتا ہے۔

رام کا بواہ بسنت اُتو ہے۔ رام کا بن گمن گریشم رتو ہے۔ راہ کی سختاں اور کڑی دھوپ وغیرہ گرمی کی رتو ہیں۔ راکشوں کے ساتھ جنگ وجدل برسات کا موسم ہے۔ رام راج کی سُکھ بڑائی دینے والا شرد رتو ہے۔ اس کتھا کے جل کو جو لوگ شردھا کے ساتھ پئیں گے ان کے من کے تاپ پاپ سارے ناس ہو جائیں گے

اس تلسی کرت راماین کی تمہید کو سنا کر ہم کتھا کو اپنے طور پر شروع کرتے ہیں۔ یہہ بھگتوں کے ملی جلی زبان میں لکھی جا رہی ہے۔ اس زبان میں شاعری کے قیود کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ جو کلام زبان پر آتا ہے وہ دل کے جذبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے ہماری بے بسی قابل معافی ہے جس کے لئے ہم معذرت چاہتے ہیں۔

تیرھواں پرکرن

گیان کی درشٹی سے دس اوتاروں کی صراحت

ا۔ مچھ: یہہ لفظ سنسکرت دھاتو (مد) سے نکلا ہے مد کے معنی ہیں خوشی اور اہنکار کے اہنکار رہی سانکھ یوگ میں پہلا

تتو ہے ۔ جو بیج رُوپ ہو کر سنسار کو پرگٹ کرتا ہے ۔ اس لئے یہہ سب میں پرنحم ہے اور وہ جل روپ ہے ۔ جس سے سرشٹی پیدا ہوتی ہے

۲۔ کچھ = یہہ لفظ سنسکرت مادّہ (ک) سے بنا ہے ۔ اس کا مطلب یہہ ہے ۔ پانی کی قید کو توڑ کر زمین کی طرف پاؤں نکالنا ہے ۔ یہہ خشکی اور تری کی درمیانی کڑی ہے ۔

۳۔ وراہ = یہہ لفظ سنسکرت مادہ ہتی سے مشتق ہوا ہے اس کا مطلب یہہ ہے کہ اس نے زمین میں آکر وچرنا شروع کر دیا ہے

۴ ۔ نرسنگھ = یہہ لفظ سنسکرت مادّہ نر (آدمی) اور سنگھ (شیر) سے بنا ہے جس میں انسان اور حیوان دونوں قسم کے جذبات ہوں ۔ وہ نرسنگھ ہے ۔ بھگوان نے نرسنگھ کے روپ میں فرض ادا کیا ہے ۔ اور پہلاد کے پتا کو مارا ہے ۔

۵ ۔ وامن = یہہ لفظ سنسکرت مادّہ دم سے نکلا ہے جس کے لغوی معنی ہیں منہ سے نکالنا ۔ اب تک کی زندگی بے زبان تھی وامن میں وہ زبان والی ہو گئی ہے ۔ اور وہ حیوانیت کے طبقہ سے اونچے آکر بولنے والے انسان کا جامہ دھارن کیا ہے ۔

۶۔ پرسرام = یہہ لفظ سنسکرت مادّہ پرش (پرسا) سے مشتق ہوا ہے ۔ اس کا مطلب یہہ ہے کہ انسان پہلے زبان سے کام لیتا تھا ۔ اب اسے دینوی اوزار سے کام نکالنے کی عادت سیکھی ہے ۔

رام :- یہہ لفظ سنسکرت مادّہ رم سے نکلا ہے ۔ رام کے معنی ہیں رمن کرنا اور خوشی تلاش کرنا یہہ منؔ کا خاصّہ ہے اس مرحلہ میں آکر زندگی مکمل ہوتی ہے ۔

۸۔ کرشن :- یہہ لفظ سنسکرت مادہ کری سے نکلا ہے جس کے معنی کرنے کے ہے من کے ساتھ مل کر کام کرنا ۔ یہہ بدّھی کا خاصّہ ہے ۔ جب دل اور عقل دونوں مکمل ہوں گے ۔ تب ہی کام ٹھیک طریقے سے ہوتا ہے ۔ زندگی اس مرحلہ میں آکر دل اور عقل کی مرکب صورت میں اپنا تماشہ دکھاتی ہے ۔

۹ ۔ بدھ :- یہہ لفظ سنسکرت مادّہ بُدّھ سے نکلا ہے جس کے معنی جاننے کے ہیں ۔ اس مرحلہ میں زندگی سب کا علم حاصل کر کے اپنے اصلیت کی طرف آپ رخ کرتی ہے ۔ اس لیئے سنسار کے تیاگ کا خیال اس کو آتا ہے ۔

۱۰۔ کلکی :- یہہ لفظ سنسکرت مادہ "ک" (پانی) اور اکی مٹانے سے مشتق ہوا ہے ۔ اس کا مطلب یہہ ہے کہ اس مرحلہ میں آکر زندگی سب پر پانی پھیر دیتی ہے اور اصلّیت کی طرف قطعی طور پر چلی جاتی ہے اور سب کا خاتمہ کر دیتی ہے ۔ جو پہلے خالص وہی ہو جاتا ہے اور وہ ست ہے ۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے ۔

اس تمہید کے بعد بہت دلچسپ پیرایہ میں اوتاروں کی کہانی مکمل سنائی جاتی ہے۔ پھر علحدٰہ ابواب میں رموز معرفت کا اسی سلسلہ میں بیان آجائیگا۔ تم قصّوں کو دلچپی کے ساتھ پڑھو اور ساتھ ساتھ عرفان کے نکتوں سے باخبر ہوتے جاؤ۔ اگر ہم میں ست گورو دیال کی سچی بھگتی ہے۔ اگر ہم سچے عقیدہ کے ساتھ گوسوامی تلسی داس جی کی رامائن کو پڑھتے ہیں تب سچے دل سے اس کا مطلب تم کو نذر کر رہے ہیں۔ اگر ہم میں ذرا بھی سچائی ہے تو تم کو یہہ یقین رکھنا چاہئے کہ تم کبھی کسی حالت میں اس نعمت بے بہا سے محروم نہیں رہو گے۔

ست گورو ہمارا تمہارا سب کا کلیان کریں گے

وگیان رامائن

آغاز داستان

(شری رامچندر جی کے نرشریر دھارن کرنے کے اسباب کا بیان)

لیلا درشٹی

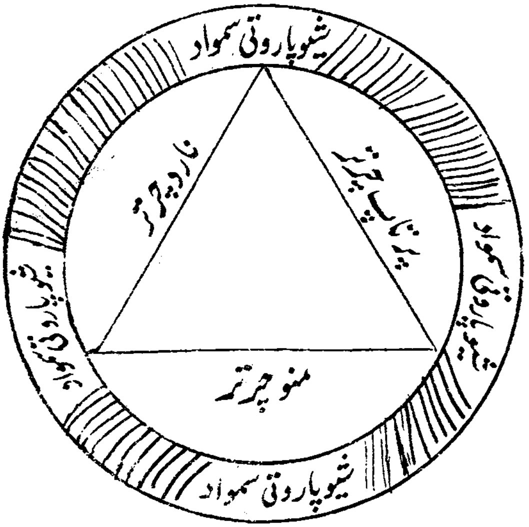

دل پر جو دل کے عشق کا ظاہر اثر ہُوا
آباد اُن کے دل سے میرے دل کا گھر ہُوا

جب تک تھا باخبر تو وہ رہتے تھے بے خبر
اب باخبر ہوئے ہیں جو ہیں بے خبر ہوا
آنکھوں میں نور میرے نہیں بے سبب کبھی
اُس ماہ رو کا دیدۂ دل میں گذر ہوا
ہنسنے میں بھی نکلتے ہیں جب آنسو آنکھ سے
خنداں نظر کے تیر سے زخم جگر ہوا
رحمت برس رہی ہے۔ چاروں طرف میرے
شری رامچندر جی کا ظاہر ظہور ہوا

وگیان راما ئن

آغاز داستان

چودھواں پرکرن

ستی کا بھرم

قصّہ کہو نہ اس کو۔ یہہ ہے داستانِ دل
داستان میں آیا ہے کچھ کچھ بیانِ دل
دل ہے فریب و وہم نہیں اُس کا اعتبار
خالی کہاں ہے دُھوکے سے وہم و گمانِ دل

ہے کون شہسوار جو تابع ہیں دل کرے
آتی نہیں ہے ہاتھ ہرگز عنانِ دل
تاریک ہے سیاہ اندھیرا ہے گھپ یہاں
خالی اگر ہے شمعِ صفا سے مکانِ دل
ہم ڈھونڈھتے ہیں پاتے نہیں اس کا کچھ پتا
غافل کہاں جو آکے بتائے نشانِ دل

شری بھگوان رامچندر جی ڈنڈک بن میں فقیروں کی صورت بنائے پھر رہے ہیں سیتا کو پاپی راون ہر لے گیا ہے اُس وقت شیو جی مہاراج ستی کے ساتھ کنبھج رشی کے آشرم سے ست سنگ کرا کر کیلاش جانے کے ارادے سے واپس آرہے تھے راستہ میں لکشمن کے ساتھ رام کو دیکھا۔ اُن کو "جے سچّدانند" کہکر پرنام کیا۔ اور بغیر کسی بات چیت کئے اپنا راستہ لیا۔ ستی جو رام اوتار کے راز سے واقف نہیں تھی۔ شیو جی کے اس برتاؤ پر متعجب ہوئی۔ وہ دل میں سوچنے لگی شیو جی سب کے گورو کہلاتے ہیں مگر اس لڑکے کو دیکھ کر "جے سچّدانند" کہکر پرنام کیا ہے۔ یہہ کیا بات ہے۔ ظاہراً تو یہہ کسی راجہ کے لڑکے نظر آتے ہیں۔ گر یہہ ست برہم کیسے ہو سکتے ہیں۔ سچّدانند تو صرف برہم ہی ہے۔ آدمی کو برہم کہنا غلطی میں داخل ہے۔ برہم محیطِ کل۔ قادرِ مطلق۔ لازوال او سا یک رس رہتا ہے

آدمی برہمہ کیسے ہوسکتا ہے۔ جو شئے محیط کل ہو۔ وہ محدود انسانی جسم میں مقید کیسے ہوسکتی ہے۔ جس کے بھید کو وید تک نہیں جانتے ہیں وہ "نیتی۔ نیتی" کہتے ہوئے اس کی استتی کرتے ہیں۔ یہہ وہ نہیں ہوسکتے ہیں۔ اگر یہہ مان بھی لیا جائے کہ یہہ وشنو ہیں۔ تو وشنو بھی شیو کی طرح عالم الغیب ہیں۔ ان کی وضع قطع صاف کہہ رہی ہے کہ یہہ کسی عورت کے جدائی میں پریشان ہوکر آوارہ گردی کر رہے ہیں۔ مگر شیو جی عالم کل ہیں۔ ان کی باتیں بھی سچائی سے خالی نہیں ہوتیں۔ آخر اس میں کیا اسرار ہے؟

ستی نے کچھ دیر اس پر غور کیا مگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ جہاں انسان کے دل میں بھرم پیدا ہوجاتا ہے۔ پھر اس کی عقل ماری جاتی ہے۔ صحیح اور صاف بات بھی سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ یہاں تو رام آدمی کے بھیس میں تھے ستی کی پریشانی دل ہی دل میں بڑھی آخر۔ وہ رک نہیں سکی۔ اور شیو جی سے سوال کر بیٹھی۔

ستی "بھگوان! رام معمولی انسان نظر آتے ہیں۔ آپ نے ان کو برہمہ سچدانند کیسے کہا ہے۔"

شیو جی:۔ یہہ رام ہیں۔ وشنو نے راون کے مارنے کے لئے نر شریر دھارن کیا ہے۔ راون ان کی استری ستیا کو ہر لے گیا ہے۔ یہہ اس کی کھوج میں نکلے ہیں۔

یک نہ شد۔ دو شد۔ شیو جی نے بھی وہی بات کہی ہے۔ جو ستی خود بھانپ گئی تھی۔ بالعوض اس کے گتھی سلجھتی۔ وہ اور بھی الجھ گئی۔ الجھن بری ہوتی ہے۔ کبھی کوئی الجھن میں نہ پڑے یہہ سخت مصیبت کی حالت ہے۔ مالک اس سے بچائے۔

ستی :- بھگوان! وشنو تو آپ کے اشٹ ہیں۔ وہ کام کرودھ سے آزاد ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

شیو جی :- سنو ستی! یہہ لیلا ماتر ہے۔ رام ویاپک برہم ہیں س میں سُتی [illegible] اب سے میرے بچن میں ستی کو وشواس نہیں رہا ہے۔ تو وہ اب مصیبت میں

ضرور پڑے گی۔ اور پریشان ہو گی۔ کسی کا کیا اختیار ہے۔ جو ہونے کو ہوتا ہے۔ وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ انسان مجبور ہے۔ مایا کی لیلا پربل ہے۔ اب میرا غور فکر کرنا سب لاحاصل ہے۔ یہہ سوچ کر شیوجی ایک درخت کے تلے بیٹھ گئے اور رام نام کا سمرن کرنے لگے اور ستی اس جگہ کے قریب پہونچی۔ جہاں رام بچر رہے تھے۔

اُس نے جھٹ پٹ سیتا کا روپ بنا لیا۔ اور راہ میں آکر بیٹھ گئی۔ رام اور لکشمن اُدھر سے گزرے۔ لکشمن نے دیکھا کہ سیتا جیسی شکل والی عورت درخت کے سایہ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ ان کو تعجب ہوا۔ مگر بڑے بھائی کے ادب اور تعظیم کے لحاظ سے دم بخود رہے۔ رام کی نگاہ ستی پر پڑی۔ کیا اندھیر ہے۔ جس کے نام کے سمرن کرنے سے اگیان مٹ جاتا ہے۔ یہاں اسی کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ مایا کے کاروبار بھی عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ رات

کے دل میں خوف پیدا ہو گیا۔ اور ساکھڑی وہ ٹھہر گئی
گئی۔ کوئی جواب اُس سے بن نہیں آیا۔ اور وہ اُداس ہو کر شیوجی کے طرف چلی گئی۔ دل ہی دل میں کہتی جاتی تھی افسوس! میں نے پتی کی بات نہیں مانی۔ اگیان کے بس میں ہو کر رام کو جانچنے آ گئی۔ اور وہاں چل کر کیا کہوں گی جب شیوجی پوچھیں گے کہ امتحان لیا یا نہیں اور میں اس کا کیا جواب دوں گی۔

رام نے جان لیا کہ ستی گھبراہٹ۔ فکر اور خوف میں ہے۔ انہوں نے اس کو اپنی قدرت کا کرشمہ دکھانا چاہا۔ ستی رام کو پیچھے چھوڑ آئی تھی مگر وہ دیکھتی کیا ہے کہ رام۔ سیتا اور لکشمن اس کے آگے آگے چلے جا رہے ہیں۔ وہ دیکھکر متعجب ہوئی اور لوٹ کر جب پیچھے کی طرف رُخ کیا۔ تو اور بھی اس کو حیرت ہوئی۔ کیونکہ یہاں ایک دو کون کہے۔ کروڑوں رام اور سیتا اور لکشمن نظر آئے۔ ان کے ساتھ میں دیوتاؤں کی فوج۔ رِشی۔ مُنی۔ سِدّھ۔ پتر۔ دیو گندھرب وغیرہ ان کی خدمت کر رہے ہیں۔ ہزاروں برہما۔ وشنو اور مہیش استتی گا رہے ہیں۔ ان سب کی صورتیں جدا جدا متعدد اور مختلف ہیں مگر رام کی تمام صورتیں ایک ہی طرح کی ہیں۔ اُدھر سے بھی نگاہ پھیری داہنے طرف دیوتاؤں کے ساتھ ان کی دیویاں ستی ساوتری۔ اندرانی ہزاروں

... امتحان ... [illegible] ... طرف رخ کیا۔ حیرت!
حیرت!! حیرت!!! اس طرف رام کے ساتھ دنیا کی ساری مخلوق تھی
اس نے ان کے ساتھ اپنی شکلیں صورتیں بھی دیکھی۔ یہاں بھی وہی کرشمہ
تھا۔ ہزاروں ہی رام۔ ہزاروں ہی لکشمن اور ہزاروں ہی سیتا
تھیں۔ اس نظارے کو دیکھ کر وہ ڈر گئیں۔ سہم گئیں اور تھر تھر کانپنے
لگیں۔ خوف کی وجہ سے آنکھیں بند کر لیں پھر جب وہ کھلیں تو نہ کہیں
رام تھے اور نہ سیتا تھیں نہ لکشمن تھے نہ دیوی دیوتا تھے۔ دور دور
تک نہ آدم۔ نہ آدم زاد چرند پرند سب غائب! خوفناک جنگل
سائیں، سائیں کر رہا تھا۔ بہت گھبرا کر ستی دیو کے پاس گئیں اور
پرنام کیا۔ شیو جی نے سوال کیا۔ کہو اکس طرح پر رام کا امتحان لیا
اور اس کا نتیجہ کیا ہوا یہ شرم و حجاب کے ساتھ بولی مہاراج! میں
کیا امتحان لیتی آپ جھوٹ بولنے والے تو نہیں تھے۔ آپ کی طرح
میں بھی پرنام کر کے چلی آئی ہوں۔

عورت! سچ مچ تیرا نام فریب اور دھوکا ہے۔ تیری کس
بات کا اعتبار کیا جائے۔ تجھ میں نام کے لئے بھی استقلال نہیں
ہے۔ ستی نے شیو تک کو دھوکا دیا۔ وہ ستی جس کا نام ہی ستی ہے۔
جب وہ ایسی دروغ گوئی ثابت ہوئی تو اور کس عورت کی بات کا کیا
ٹھکانہ ہے۔ سچ ہے۔ سایہ کا اعتبار کیا جائے۔ شیو جی نے من

میں دھیان کیا اورستی کے چرتر کو جان گئے مگر کیا کہتے! موقع اور طرح کا تھا۔ اخلاق مانع تھا۔ رام کی مایا کو نمسکار کیا۔ جس نے ستی سے بھی جھوٹ بلوادیا۔ یہہ سوچ سمجھ کر چپ ہو رہے۔ مگر دل میں یہہ مصمم ارادہ کرلیا۔ چونکہ ستی نے سیتا کا روپ دھر کر رام کو دھوکا دیا ہے۔ اس لئے اب اس کے ساتھ پریت کی ریت پالنا مناسب نہیں ہے۔ ان کا یہہ خیال دل سے نکل کر دھاروں کی صورتوں میں آکاش منڈل میں پھیل گیا۔ اور دیوتا اس سے متاثر ہو گئے۔ اور سمجھ گئے کہ شیو نے زبردست پرن کرلیا ہے۔ ادھر آکاش منڈل سے آواز آئی۔ "دھنیہ ہے یہہ بھگتی بھاؤ۔ دھنیہ ہے۔ یہہ اشٹ کی درڑھتا۔ تمہارے سوائے ایسا پرن اور کون کر سکتا ہے تم دھنیہ ہو۔ تمہاری جئے ہو" ستی نے یہہ اکاش بانی سنی اور ڈر کر پوچھنے لگی "کرپا ساگر! آپ نے کونسا پرن کیا ہے؟ مگر شیوجی مہاراج نے بار بار پوچھنے پر بھی کچھ جواب نہیں دیا۔ اور کیلاش کی طرف راہی ہو گئے۔ چور کی داڑھی میں تنکا!

ستی اصل بات کو سمجھ گئی۔ اپنے کرتب پر پچھتانے لگی مگر اب کیا ہوتا ہے۔

"آگے دن پاچھے گئے۔ گورو سے کیا نہ ہیت
اب پچھتاوا کیا کرے۔ جب چڑیاں کھا یا کھیت"

ستی نے بچار کیا۔ شیوجی تہذیب اور اخلاق کی وجہ سے کچھ نہیں بولتے ہیں۔ مگر میرے کپٹ کا راز اُن پر کھل گیا ہے۔ وہ اس فکر سے سخت پریشان ہوگئی۔ راستہ میں جب شیوجی نے ستی کی یہہ حالت دیکھی دل میں رحم آگیا۔ "شیو کا نام ہی آشوتوش ہے" ان میں دیا جلدی ہی آجاتی ہے۔ وہ کتھا وارتا میں مصروف ہوگئے۔ اتہاس اور دھرم کرم کی کہانیاں سناتے ہوئے کیلاش پہونچے اور اکھنڈ سمادھی لگالی

پندرھواں پرکرن
ستی کا دکھ اور ولاپ

حیران اور پریشان جب دل کو دیکھتے ہیں
افسردہ اور برہم محفل کو دیکھتے ہیں
منجدھار میں ہے کشتی۔ طوفان بپا ہے ہرسُو
کوسوں کے فاصلہ پر ساحل کو دیکھتے ہیں
خنجر بکف وہ آیا۔ ہم کو ڈرا۔ ڈرا کر
بے درد اور ستمگر۔ قاتل کو دیکھتے ہیں
بے کس ہیں بے نور ہیں۔ تنہائی کا سفر ہے
دُور اب ہزاروں کوسوں۔ منزل کو دیکھتے ہیں
اے موت! تو سخی بن۔ کرآکے دست گیری
آزردہ غم سے تیرے۔ سائل کو دیکھتے ہیں

بھرم خوفناک چیز ہے۔ بھرم کے بس میں آنے سے آدمی پاپی اور گنہگار ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج گورو کی صحبت اور گورو کا اُپدیش ہے۔ جس کی مدد سے میرا تیرا اپنا چھوٹ جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص گورو کو دھوکا دیتا ہے تو وہ جھوٹ کے دام میں پھنس جاتا ہے۔ جھُوٹ سے پھر جو من پہلے تھوڑا کثیف تھا۔ وہ اب اور بھی زیادہ کثیف ہو جاتا ہے اور وہ دل بار بار جب اس طرح کثیف ہونے لگا تو پھر دُکھ درد کی حالت آجاتی ہے۔ اور وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ پریشانی میں دھرم کرم۔ بُدھی بویک سب بھرشٹ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ آسانی سے موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہی حال رفتہ رفتہ ستی کا بھی ہو گیا۔ شیو بھگوان۔ ستی کے شوہر اور جگت کے گورو ہیں۔ ستی نے ان کی بات پر یقین نہیں کیا۔ اور آپ خود امتحان لینے چلی۔ غرور اور نخوت نے جڑ پکڑ لی۔ غرور اور نخوت کی وجہ سے اس نے شیو جی کو معمولی مخلوق سمجھ کر ان کو دھوکا دیا۔ اور ان سے جھوٹ کہا۔ جھوٹ اگیان کثیف کی صورت ہے۔ انسان میں جب اگیان آجاتا ہے۔ تب ہی جدائی ہو جاتی ہے۔ جدائی میں اضطراب گھبراہٹ اور بے چینی آجاتی ہے۔ اور وہ بے چینی عذابِ جان ثابت ہوتی ہے۔

پھر زندگی بوجھ اور عذابِ جان معلوم ہونے لگتی ہے۔ ستی

بھتاتی ہے۔ ترستی ہے۔ تڑپتی ہے۔ چلّاتی ہے۔ اور اس کے دکھ کا اندازہ صرف وہی شخص لگا سکتا ہے۔ جو اپنے ہی قصوروں کی وجہ سے اپنے پریتم سے آپ جدا ہو گیا ہو۔ دوسرا شخص اس کی سمجھ نہیں رکھتا ہے۔

"جا کے پاؤں نہ گئی بوائی۔ سو کیا جانے پیر پرائی"

آہ شیو! میں سخت بدنصیب ہوں۔ میرا اور تمہارا دودھ پانی کا میل تھا۔ فریب کا نمک میں نے ہی ڈالا ہے اور دودھ پانی الگ الگ ہو گئے ہیں جب تک دل کا شیشہ صاف شفاف اور پاک صاف نہ ہو گا اُس میں تمہارے روپ کا عکس کبھی دکھلائی نہیں دیگا شیشہ میں کپٹ کا بال آ گیا ہے۔ دھوکے کا میل شیشہ پر جم گیا اب صورت نہیں نظر آتی ہے۔ تم انتردھیان ہو گئے۔ میں درشنوں کے لئے ترستی ہوں میرا منھ دکھلانے کے قابل نہیں رہا ہے۔ نہ میں اپنے آپکو دیکھ سکتی ہوں۔ اور نہ تم کو ہی دیکھ سکتی ہوں۔

میں شکوہ کیسے کروں۔ تیری بے وفائی کا
بنایا میں نے کب ہے۔ رسم آشنائی کا
غرور ناز نے دیوانہ کر دیا مجھکو
ہوا جو دل میں میرے شوق خودنمائی کا

فریب دیکے مجھے۔ آہ! کر دیا بیزار
یہہ حال ہے میری جانکاہ بے حیائی کا
کبھی نہ پہونچگی تجھ تک اُمید قطع ہوئی
قدم قدم پہ ہے۔ جب خوف نارسائی کا
نمک بہہ میں نے ہی چھیڑکا تھا آہ غفلت میں
کہ آب و شیر میں ہے۔ تفرقہ جُدائی کا

افسوس۔ صد ہزار افسوس! اپنا کیا آگے آیا ستی کہلا کر بھی ستی پن کا نباہ نہ ہو سکا۔ کس سے کہوں اور کیا کہوں میری اپنی تقدیر پھوٹ گئی ہے ناحق میں نے اپنا بنا بنایا کھیل بگاڑ ڈالا ہے۔ جب آدمی خود ہی جان بُوجھ کر کنوئیں میں گرتا ہے۔ تو وہ عیب کس پر لگائے اور کسی کو قصور وار ٹھہرائے۔ کردۂ خویش۔ آمدہ پیش۔ دنیا کی عورتیں میرا حال سن کر کیا کہیں گی۔ اے ستی! تو نے ہی اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی لگائی ہے۔ میں نے تین پاپ کئے ہیں۔ کارن سوکشم اور استھول! میرے پاپ کی یہہ تین صورتیں ہیں۔ بھرم کرنا۔ پتی کے بچن کا یقین نہ کرنا۔ میرا کارن پاپ ہے رام کا امتحان لینا اور ان کی بےعزتی کرنا یہہ سوکشم پاپ ہے پھر پتی سے جھوٹ بولنا یہہ استھول پاپ ہے۔ اے ستی! تیرا نام ستی غلط رکھا گیا ہے۔ مجھ میں تو ستی کا نام بھی نہیں ہے۔ مجھ کو میرے اعمال

جل بن مین جُوت بن انکھیان
۳ سو گتی میری آج بھئی
اپنی کرنی پیا سے بچھڑی
۴ اب من کی میری آس گئی
تم بن اور سہائے نہ دُو جا
۵ چرنن تم رے آن پڑی
تارو تارو تارن ہارو
۶ جیسے پاپنی اہلیا تری
ایسا اُپائے کرو تم راما
۷ پاپی ستی اب جلدی تری

آہ رام! میں کونسی ایسی تدبیر کروں کہ آسانی سے شیوجی سے بلکہ میرا یہہ شریر چھوٹ جائے۔ اب جی کر مجھے کیا کرنا ہے اور تم مجھ کو جلا کر کیا کرو گے میں یہہ نہیں چاہتی کہ تم شیوجی مہاراج سے میری سفارش کرو۔ یہہ ادھم شریر اب ان کے چرن چھونے کے قابل نہیں رہا ہے اگر ان سے ملاپ ہونا ہی ہے تو موت کے بعد پھر ان کا ملاپ ہو۔ یہی میری آرزو ہے۔ گاڑھے میں کام آنے والے رام! تم میری بنتی سنو اور میری مدد کرو۔ اب تمہارا ہی ایک آسرا رہ گیا ہے۔

سولہواں پرکرن
ستی کی موت

دکش پرجاپتی کی دیولوک میں عزت بڑھ گئی۔ وہ معزور ہوگیا۔ غرور کا سر ہمیشہ نیچے کیا جاتا ہے۔ اس نے اپنی شان اور شوکت دکھانے کے لئے یگیہ رچا اور تمام خویش و اقربا۔ اور دیوی دیوتاؤں کو شریک ہونے کے لئے نوید دیدیا۔ مگر شیو اور ستی کو نہیں بلایا۔ روتی ہوئی ستی، بلاپ کرتی ہوئی ستی۔ ٹھنڈی آہیں بھرتی ہوئی ستی۔ ایک دن کیلاش کی چوٹی پر بیٹھی ہوئی تھی دیوتا لوگ اپنی دیویوں کو ساتھ لئے ہوئے۔ اپنے اپنے بمانوں پر بیٹھے ہوئے دکش پرجاپتی کے محل کی طرف جا رہے تھے۔ برہما۔ وشنو۔ اندر سب ہی تھے۔ دیویاں منگل راگ گا رہی تھیں۔ جن کے سننے سے یوگی۔ منی اور گیانیوں کا دھیان بھنگ ہو رہا تھا ستی کو یہہ دل ربا منظر دیکھ کر تعجب ہوا۔ پوچھنے پر دکش کے یگیہ کا حال معلوم ہوا۔ اس وقت شیوجی مہاراج بھی سمادھی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ غم زدہ ستی ان کے پاس گئی۔ پرنام کیا۔ دل پر خوف کی حالت طاری تھی۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ بولی۔ دین بندھو! پتا کے گھر میں اُتسو ہے۔ حکم ہو تو میں ہو آؤں بہت دن گزر گئے ہیں۔ ماں باپ کو نہیں دیکھا ہے۔ جی چاہتا ہے

کو چاہتا ہے۔ کیلاش پتی نے جواب دیا۔ بات بڑی اچھی ہے
میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں۔ وہاں جانے سے تمہارا دل
بہل جائے گا۔ مگر تمہارے باپ دکش نے اپنے تمام لڑکیوں اور
داما دوں کو بُلا بھیجا ہے۔ مجھ سے ان کی عداوت ہے۔ اس لئے
اس نے میری وجہ سے تم کو بھی نہیں بُلایا ہے بن بلائے جہان
کی حیثیت میں جانا مناسب نہیں ہے۔ یوں تم کو اختیار ہے
ستی نے سوال کیا۔ آپ کے ساتھ دشمنی کرنے کا سبب کیا ہے۔
شیوجی نے جواب دیا۔ برہمہ سبھا میں ایک موقعہ پر میں بیٹھا ہوا
تھا۔ دکش آیا۔ سب اس کی تعظیم میں اُٹھ کھڑے ہوئے
میں کسی خیال میں محو تھا۔ ان کے پاس ادب کا لحاظ نہیں کیا۔ انکو
غصہ آگیا اور وہ ناراض ہو گئے یہہ اس ناراضگی کا بدلہ ہے
جو وہ آج نکالنا چاہتا ہے۔ دوست۔ مالک۔ باپ اور گورو کے
گھر بغیر بُلائے ہوئے جانا مناسب نہیں ہے۔ مگر جہاں دشمنی ہو۔
وہاں اس طرح جانے میں خیریت نہیں ہے۔ ستی نے یہہ بات نہیں
مانی شیوجی نے پھر سمجھایا مگر وہ بھاوی کو کیا کرتے۔ جب بھاوی
(ہونی) اپنا تماشہ دکھلانے پر آتی ہے۔ دل سے عقل رخصت
ہو جاتی ہے۔ تب انہوں نے کہا جانے کو تو جاتی ہو۔ مگر اس میں
بھلائی نہیں ہے۔ میرے گنوں کو تم اپنے ساتھ لیتی جاؤ۔ ستی نے

ایسا ہی کیا۔ اور وہ ان سے رخصت ہو کر باپ کے گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔

جب یہہ محل میں داخل ہوئی۔ دکش نے ستی کا آدر سنمان نہیں کیا۔ بلکہ عدم توجہ دکھلائی۔ بہن اور بہنوئی تک محبت سے نہیں ملے۔ صرف ایک ماں البتہ اٹھی اور ستی سے بغل گیر ہوئی۔ ستی نے ان باتوں کی طرف دھیان نہیں دیا۔ وہ یگیہ شالا دیکھنے چلی گئی۔ ادھر اُدھر نگاہ کی۔ شیو جی کا بھاگ کہیں پر نہیں دیکھا۔ تب شیو جی کی باتوں کا خیال آگیا۔ دل میں غصہ کی آگ بھڑکنے لگی۔ دنیا میں ہر قسم کی بے عزتیاں قابل برداشت ہیں۔ لیکن اگر کوئی بے عزتی برداشت نہیں کی جا سکتی ہے۔ تو وہ اپنی جاتی کا ایمان اور اپنی قوم کی بے حرمتی ہے۔ اس کو کوئی آدمی بھی سہہ نہیں سکتا ہے۔ وہ پہلا دکھ تو ہوا ہی گیا تھا مگر یہہ دکھ بہت سخت

سمجھا سد! تو اسے عونیتوں کی جماعت تم بھی سنو۔ جو کوئی جہاں شیو جی کی نندیا سنتا ہے یا کہتا ہے اس کو اس گھور پاپ کا پھل ملتا ہے۔ میرا باپ اپنی کرتوت پر پچھتائے گا۔ سنت، شیو اور وشنو کی جہاں نندیا ہوتی ہے۔ عقلمند لوگ وہاں سے کانوں میں انگلیاں دیکر بھاگ جاتے ہیں۔ اور اگر بس چلتا ہے تو نندیا کرنے والے کی زبان کاٹ لیتے ہیں۔ اور اگر بس نہیں چلتا ہے۔ تو وہ اس جگہ کو چھوڑ دیتے ہیں یہہ مریادا ہے۔ شیو بھگوان اس جگت کے آتما ہیں۔ وہ سب کے باپ ہیں اور سب کے ہتکاری ہیں۔ میرا متی مند باپ ان کی نندیا کرتا ہے۔ میں اس کے شریر سے پیدا ہوئی ہوں۔ اس لیئے اب میں اس شریر کو زندہ نہ رکھوں گی اور بھگوان شیو کے تراورکنے کچن من کر ان کے چرن کمل کا دھیان کرتی ہوئی پران کو تیاگ دوں گی۔ یہہ کہکر اسی وقت ستی کے تن سے یوگ اگنی کر شعلے اٹھ گ گ [illegible] زبانوں نے دم کے دم میں

ہوگیا۔ وہ کب کس کی سننے والی تھی۔ کون ایسا نالائق بیٹا
جو اپنے ماں کے ایمان کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور
وہ کون ایسی بے غیرت عورت ہے۔ جو اپنی بیٹی کے انادر کو سہہ سکتی
ہے۔ یہ انسانی فطری جذبات ہیں۔ وہ ماں کی گود سے تمک کر
اٹھی اور داہنے ہاتھ کو بلند کرکے اس طرح اپنے دلی رنج کا اور غصہ

[illegible]

[illegible]

بری ہوگئی۔ رام نے تس دیا اور ان سے [illegible] ناخن کر خاک

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

جو ہو د

بچے ... اور گیند کا ناش لگایا

... بھیجا۔ یہہ آئے اور ... اب تک بھی

وہ سزائیں دیں۔ جن کو وہ اب

جو شنکر کمیٹی کی ہونی چاہیے

سے کی مورتی گھڑ کر ہماچل کے گھر میں

ں ڈھال کر اس کو اس قدر حسین اور خوبصورت

اور مجسم پاپ کی مورت کہلا

چرند، پرند خوشی سے بچرنے لگے ہیں۔ بھونرے اور شہد کی مکھیاں پھولوں پر منڈلا رہی ہیں۔ درندے اپنا فطرتی خواص بھول گئے سب مل جل کر رہنے لگے۔ ہماچل کا کوہستانی محل اسی طرح خوشنما ہو گیا ہے جس طرح کسی بھگت کا دل رام کی بھگتی پا کر خوبصورت بن جاتا ہے۔ روز روز آنند منگل کی بدھائی ہو رہی ہے۔ برہما وک اس کے جشن اور رچا کا راگ الاپتے رہتے ہیں جدھر نگاہ جاتی ہے وہ وہاں ہی رک کر اس کا تماشہ دیکھنے لگتی ہے۔

"بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد"

نارد رشی کو پاروتی کے پیدا ہونے کی خبر ملی۔ وہ اُنسو دیکھنے کے ارادے سے چل کھڑے ہوئے۔ راجہ اپنی رانی کے ساتھ ان کا اُدر سنکار کیا۔ اور ان کے چرنامرت سے اپنے محل کو پوتر کیا آؤ بھگت کے ساتھ اپنی خوش قسمتی کی تعریف کی۔ سچے پریم اور بھگتی کے ساتھ پاروتی کو لا کر ان کے چرنوں میں ڈال دیا۔ اے رشی! تم دنیا میں تینوں کال کے جاننے والے ہو۔ بچار کر کے بتاؤ تو سہی کہ اس لڑکی میں کیا عیب ہنر ہیں! نارد ہنسے! اور رمز کی باتیں ان کی زبان سے نکلیں یہہ لڑکی قدرتاً حسین ہے۔ فطرتاً نیک ہے۔ عقل سلیم والی ہے۔ یہہ اُما۔ امبیکا بھوانی ہے اس میں تمام خوبیاں کوٹ

یہہ باتیں نیک۔ نصیحت بخش اور بھولی بھالی تھیں۔ پاروتی نے سادگی کے لہجہ میں ماتا کو سنایا۔ مینا کا دل تڑپنے لگا۔ وہ ڈر گئی۔ ایک نازک بدن کنیا اور وہ بن میں جا کر گھر سے دور تپ کیا کرے! کیسا اندھیر ہے!

"دوستو دنیا میں یہہ مادری مشہور ہے۔ زخم بیٹے کو لگے ماں کا کلیجہ چور ہے۔" ماتا کو دکھی دیکھ کر پاروتی نے سمجھایا۔ تو فکر نہ کر۔ جو ہونے کو ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

یہہ کہکر اور ماں باپ کو سر جھکا کر پاروتی نے گھر بار اور محل مکان سے منھ موڑا۔ شیو جی کے چرنوں سے الفت کا رشتہ جوڑا۔ بے فکری اور بے خوفی کے ساتھ بن کی طرف تپ کرنے کے لیئے چلی گئی۔

گھر میں کہرام مچ گیا۔ مینا ماہیئے بے آب کی طرح تڑپنے لگی۔ ہماچل کا حال بھی بُرا تھا۔ دل بے قرار تھا۔ مگر اسی وقت وید شرا منی آگئے اور ان کو سمجھا کر کہا تم روتے دھوتے کیوں ہو۔ یہہ پاروتی کوئی بھولی کنیا تو نہیں ہے۔ یہہ خود شیو جی کی اردھنگی ہے۔ پہلے جنم میں یہہ ستی تھی۔ کوئی غلطی کر بیٹھی جس کی وجہ سے دکش کے یگیہ میں پران تیاگ گئے تھے۔ اب یہہ پھر شیو جی سے ملے گی۔ ہر شئے اپنے

اصل سے ملنے کو … ہی مندر ہتی ہے۔ تم اس کو روک کیسے سکتے ہو! یہہ تشفی بخش باتیں سن کر سب لوگوں نے اپنے اپنے آنسو پونچھے۔

انیسواں پرکرن

پاروتی کا تپ اور آکاش بانی

دلِ مایوس میں جب تھی۔ کسی کی آرزو برسوں
زبان پر ہر گھڑی تھی۔ بس اُسی کی گفتگو برسوں
نہ ملتے کس طرح تم۔ چھانکر میدان وگہ آیا
مجھے اے مہ لقا تیری رہی ہے جستجو برسوں
جسے جس کی تمنا ہے۔ وہ ملتا ہے اُسے آخر
مگر ہے شرط۔ رُوتی آنکھیں برسائیں گی لہو برسوں
دلِ دانا کو سمجھائیگا کیونکر ناصح ناداں
ہزاروں طرح کرتا رہے وہ گفتگو برسوں
نہیں عشرت کی خواہش دل میں کیرا اے میرے دلبر
خوشی سے آکے رہ محبت میں میرے درد تو برسوں

پاروتی بن میں آئی لق ودق میدان۔ سنسان بیابان۔ نہ انسان نہ حیوان۔ خیال دل رُبا ساتھ ہے۔ شیو جی کے چرن کمل کا دھیان ہے۔ وہ تپ کے لائق کب تھی مگر سچا عشق سب کچھ کرا لیتا ہے۔ عشق

شیر ہے۔ جب وہ دل کے جنگل میں آ جاتا ہے۔ نفسانی جذبات کے
تمام درند اس کی ہیبت ناک صدا کی گونج کو سن کر بگٹٹ بھاگ
جاتے ہیں۔ یہہ وہ شہباز ہے کہ جس وقت یہہ آنکھوں پہ پٹی
باندھے ہوئے۔ دل کی شاخ تمنا پر نشست کرتا ہے۔ خواہش جسمانی
کے پرند اس کی صورت دیکھ کر خوف سے پروں کو پھڑپھڑاتے ہوئے
اڑ جاتے ہیں یہہ کمزور کو طاقتور بنا دیتا ہے۔ بیمار کو تندرست
کر دیتا ہے۔ یہہ جھوٹے کو سچا کھوٹے کو کھرا اور برے کو بھلا کر
دکھاتا ہے۔ جس میں عشق نہیں ہے۔ وہ اس کے کرشمہ کو کیا
دیکھیں گے۔ جن پر عشق کا سایہ نہیں پڑا ہے وہ اس کے شبدوں
کو کیسے سمجھیں گے

پاروتی تپ کرنے لگی۔ تپ کیا ہے؟ دل کو ہر چہار طرف سے
سمیٹ کر کسی ایک خیال کو لے کر دل کو متحد کرنا تپ ہے۔ اس
عمل سے روز روز نئے نئے جذبات پیدا ہوں گے۔ ظاہری
آنکھوں پر پردوں کے بیوٹے پڑ جائیں گے۔ پلکوں کی چقین جھک
جائیں گی۔ اندر کی طرف آنکھیں کھل جائیں گی۔ عجیب وغریب
نظاروں کا مشاہدہ ہونے لگیگا۔ جسم کی سُدھ بُدھ بھول گئی۔
دل یار کے خیال میں محو ہوتا گیا۔ شیو جی کے چرن کمل میں نئے
نئے اُمنگ پیدا ہونے لگے۔ ہزار برس تک اس نے کند مول کھا کر دن

بسر کئے۔ ہزار برس تک اس نے صرف سال پات کھانے سے کام رکھا۔ کچھ دنوں تک وہ صرف ہوا پیتی رہی۔ کچھ دنوں تک وہ فاقہ کشی کرتی رہی پھر بیل کے سوکھے پتوں کو اس نے غذا بنا لیا۔ تین ہزار برس تک یہی اس کی خوراک رہی۔ پھر ان کو بھی ترک کر دیا اس وقت سے اس کا نام اپرنا ہو گیا۔ اپرنا پتے کو کہتے ہیں اے متوالے عشق! تیری لیلا اپرم پار ہے۔ تیری جہاں دھن ہے تو جو نہ چاہے وہ کر دکھائے۔ تیرے یہاں کوئی کام مشکل اور غیر ممکن نہیں ہے۔

دل آگیا جو عشق کے عالی جناب میں
دنیا و دین کے پڑتا نہیں وہ حساب میں
بیدار ہیں تو دل میں تصور رہے یار کا
جب سو گئے تو دیکھتے اس کو ہیں خواب میں
زاہد ہیں تجھ میں دوزخ و جنت کے وسوسے
ہم کو ہوس نہیں کہ پڑیں پیچ و تاب میں
غواص بحر الفت صادق کو علم ہے
ہے غیریت کہاں کوئی آب و حباب میں
گر عشق ہے تو دیکھو گے۔ اس کا جمال تم
یہہ مسئلہ نہیں پاؤ گے۔ ہرگز کتاب میں

سُونا آگ میں پتایا جا چکا۔ اس کا سب میل جل کر اُتر گیا۔ اب وہ خالص کُندن کی طرح دمک اُٹھا۔ پاروتی میں پہلے جسم کی کمزوریاں تھیں تپ کرنے سے ایک ایک کرکے سب دور ہو گئیں۔ اب وہ اصلی رنگ میں نکھر آئی۔ کیا جلال اور جمال والی شاندار مورتی ہے شکتی! شکتی!! مہا شکتی!!! اس بقعۂ نور کو کون ان چمڑے کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ انسان تو انسان ہے دیوتا کو بھی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی طاقت نہیں۔ جس وقت پاروتی مجسم لطافت بن گئی جسم سُوکھ کر کانٹا ہو گیا۔

اس وقت آکاش بانی ہوئی۔ آسمان سے آواز آئی۔

پاروتی! سُن۔ تیرا منورتھ پورا ہو گیا ہے۔ تپ کی وجہ سے تمام دُکھ کلیش کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اب شیوجی تجھ کو ضرور ملیں گے تجھ جیسا تپ آج تک کسی نے بھی نہیں کیا ہے۔ یوں تو کہنے کو لاکھوں ہی رشی منی گذرے ہیں۔ مگر کوئی تیری برابری کا دم نہیں بھر سکتا ہے۔ تو اس برہم بانی پر یقین کرلے۔ یہہ لفظ بہ لفظ سچ اور صحیح ہے۔ جب تیرا باپ بلانے کے لئے آئے تو ہٹ کو چھوڑ کر گھر چلی جانا اور جب سپت رشی ملنے کے لئے آئیں تب تو سمجھ لینا کہ یہہ آکاش بانی یوں ہی نہیں کہی گئی ہے۔

خوشی! خوشی!! خوشی!!! کامیابی کی امید میں سچی خوشی رہتی ہے پاروتی آکاش بانی کو سن کر خوش ہو گئی۔ دل بھر آیا۔ اور وہ شانتی کی مورتی بنی ہوئی۔ اسی جگہ بیٹھی رہی۔

بیسواں پرکرن

شیو اور رام کا سمواد

اڑے ہم آکے ان کے کوچے میں۔ جب پڑے سخت سنگ ہو کر
ہماری ہمت کو دیکھتے ہیں۔ وہ فرط حیرت سے دنگ ہو کر
نہ مانیں گے کیوں ہمارا کہنا۔ جو ہم میں سچی عزم و ہمت
ملیں گے خود وہ ہماری ضد اور ہٹ سے۔ لاچار اور تنگ ہو کر
جو دل میں ملنے کی ہے تمنا۔ تو ان سے مل کر رہیں گے بے شک
نشانے پر یہہ خیال پہونچیں گے۔ اپنے تیر و خدنگ ہو کر
وہ گل کی صورت میں جب کھلیں گے تو بھونرے منڈلائیں گے ہم سو
اگر ہیں وہ بحر حسن خوبی۔ تو ہم رہیں گے نہنگ ہو کر
وہ آئیں گے آپ گھر میں اپنے پھریں گے اچھے دن ہمارے
کبھی تو صلح اور آشتی ہو گی۔ آپ ہی آپ جنگ ہو کر

جب سے ستی نے پران تیاگ کئے ہیں شیو جی کی حالت کچھ اوداس ہی ہو گئی سنسار کے کاروبار سے نفرت۔ نہ کسی سے رغبت نہ کسی سے الفت! جب دیکھو۔ گیان دھیان میں محو! نہ کسی سے لینا اور نہ کسی کو

دنیا جب سمادھی سے جی اُکتا گیا۔ بینوں کو گیان اُپدیش کرنے لگے جب اور کوئی خیال نہیں رہا۔ تب رام کے گن گانے لگے اس حالت میں مُدتیں گزر گئی۔ دن جاتے دیر نہیں لگتی ہے۔ وقت گنگا کی دھار ہے۔ دھار آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ وہ کسی کے روکنے سے رُکتی نہیں ہے۔ کس میں طاقت ہے کہ کال کے پرواہ کو روک سکے۔ برہما جگت کی رچنا کرتے ہیں۔ وشنو اس کو سنوارتے اور سنگارتے ہیں۔ کال آتا ہے۔ اور سب کا کیا دھرا خاک میں ملا جاتا ہے۔ دنیا میں جو عقل اور تمیز رکھتے ہیں۔ وہ کال کی مہما کو سمجھ کر بھگوان کے گن گاتے رہتے ہیں۔ وہ وقت کو یونہی کبھی ضائع نہیں کرتے گیا ہوا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا ہے۔

شیو جی رام کی بھگتی ہے بھگتوں میں خود بخود فطرتاً نئے نئے جذبات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ رام آئے۔ شیو جی کے طرف نگاہ کی۔ اور اُن میں اپنی بھگتی کا مجسّم نظارہ دیکھا اور خوش ہو گئے بھگت اور بھگوانت میں بھید کیا! یہہ دونوں ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ایک ہی حقیقت کی دو خوشنما صورتیں ہیں۔ ان میں فرق کہاں ہے اگر ایک اصل ہے۔ تو دوسرا نقل ہے۔ اگر ایک نور ہے تو دوسرا سایہ ہے۔ اگر ایک جھلکتی ہوئی پرم جوتی ہے تو دوسرا صاف

جو جوتی سے اکتساب نُور کرتا رہتا ہے

سیوک سوامی ایک مت ۔ جو مت میں مت مل جائے
چتورائی ریجھے نہیں ۔ ریجھے من کے بھائے

رام نے پاروتی کے جنم کا حال سنا۔ اس کے تپ کا بزنانت سنا۔ پھر مسکرا کر کہنے لگے ۔ تمہارے سوا ایسے درڑھ برت کا نباہ کس سے ہو سکتا ہے تم دنیا میں بھگتی بھاؤ کی لامثال مورتی ہو۔ تم سے بڑھ کر نہ آج تک کوئی ہوا ہے۔ اور نہ ہو گا۔ اگر تم میں میرا سچا پریم ہے ۔ تو اے شیو! اب ہٹ نہ کرو تم جا کر پاروتی کے ساتھ اپنا بیاہ رچاؤ۔ ستی نے تمہارے پرن کی درڑھتا کو دیکھ کر شریر کو تیاگ دیا ہے ۔ اب وہ دوسری شکل میں پیدا ہوئی ہے۔ اور پھر اس نے کیسے کیسے زبردست تپ کئے ہیں اب وہ شدھ اور نرمل ہے ۔ تم اس سے ملو۔ تمہارا برت بھی رہ گیا۔ اور ستی کی پرائشچت بھی ہو گئی ۔ ہم دنیا میں کسی ناپاک چیز کو ہاتھ نہیں لگاتے ہیں مگر جب وہی چیز رنگ اور رُوپ بدل کر زمین کی کیمیاوی طاقت کے زیر اثر صاف اور شفاف بن کر آتی ہے تو پھر ہم ناک بھوں نہیں چڑھاتے ہیں تم اس طرح سے سمجھو اور پاروتی کو ضرور قبول کرو۔

شیوجی بولے اگر اب ستی کو ہاتھ لگانا مناسب نہیں ہے مگر آپ

آنکھوں پر۔ یہی ہمارا۔ دھرم۔ کرم ہے۔ ماں۔ باپ گورو اور مالک کے حکم کو بغیر کسی بحث مباحثہ کے مان لینا ہی اصول کی بات ہے۔ آپ میرے خیر خواہ ہو۔ آپ کا حکم میں کیسے ٹال سکتا ہوں۔ دنیا ایک طرف رہے۔ اور آپ کا حکم ایک طرف

رام نے کہا۔ دھنیہ ہو کلیان کاری شیو! تم دھنیہ ہو! اس طرح سمجھا بجھا کر رام انتر دھان ہو گئے۔ شیو جی نے اسی مورتی کے خیالی نقشہ کو اپنے من میں بسا لیا۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکا لی۔ دیکھ لی

رام نے سُرگ میں آکر سپت رشیوں کو بلایا۔ وہ آ گئے۔ اور ان کو حکم دیا گیا۔ تم جاؤ۔ پاربتی کے پریم کا امتحان لو۔ اور اس کی جانچ کرکے اس کو ہماچل کے گھر بھجوا دو۔

اکیسواں پرکرن

سپت رشیوں کا امتحان لینا

رازِ دروں نہاں ہے۔ کسی پر عیاں نہیں
دل کس طرح بتائے۔ کہ اس کو زباں نہیں
آنکھوں نے دیکھ دیکھ کے۔ دل اس کو دیدیا
کیا پوچھتے ہو۔ آنکھ کے منھ میں زباں نہیں

ظاہر ہے مختفی ہے ۔ یہاں ہے وہاں بھی ہے
جلوہ جمال یار کا۔ کس جا کہاں نہیں
مرکر ہمارا جسم تہہ خاک گڑ گیا
دل اڑ کے پہونچا جس جا زمین آسماں نہیں
ناصح سنیں گے بات نہ ہرگز کبھی تیری
سودا ہے ہم کو اس کا کہ جس کا نشان نہیں

حضرت ناصح آپہونچے۔ سونا تو تپ تپا کر کھرا کندن بن گیا تھا۔ مگر اب تک کسوٹی پر کسا نہیں گیا تھا۔ یہہ بھی مرحلہ آگیا۔ سپت رشی رام کا حکم پا کر کھرے اور کھوٹے پن کا امتحان لینے آئے۔ پاروتی مجسم تپسیا کی دیوی بنی ہوئی بیٹھی تھی۔ میتوں نے پوچھا۔ تم یہہ سخت تپ کس کے لئے کر رہی ہو۔ کیا غرض ہے۔ کیا خواہش ہے۔ ہم کو بھی تو بتا دو۔ ہم بھی سن لیں۔ کس کا سودا تم نے مول لیا ہے کس کی آرادھنا کی جا رہی ہے۔ آخر یہہ تپ غرض سے تو خالی نہیں ہو سکتا ہے۔ کوئی کام بے سبب کب ہوا۔

پاروتی نے ہنس کر اور آنچل سے منھ کو چھپا کر جواب دیا مجھ کو کہتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے تم کو میری جہالت پر ہنسی آئے گی۔ مگر میں کیا کہوں۔ من کو ٹ پڑ گئی ہے۔ من ہی تو ہے۔ جدھر چلا گیا۔ چلا گیا۔ میں ہوائی خیالی قلعے کی بنیاد ڈال رہی ہوں میں

بغیر پر کے اڑنا چاہتی ہوں۔ نارد نے کہا ہے۔ شیو کے لئے تپ کرو۔ اور میں نے یہہ کام شروع کر دیا ہے۔ ذرا تم دیکھو تو سہی! دنیا بھی جانتی ہے۔ اور میں بھی جانتی ہوں کہ شیو میں کام نہیں ہے وہ یوگی۔ گیانی۔ اور ویراگی ہیں۔ مگر مجھکو جو دور کی سوجھی۔ تو میں نے دل میں ٹھان لیا کہ شنکر میرے بر ہوں گے۔ اور میں ان کی اردھانگی کہلاؤں گی۔ یہہ میری تمنا ہے۔ اور اسی وجہ سے میں تپ کر رہی ہوں

ان سیدھی سادی مگر رمز سے ملی ہوئی باتوں کو سن کر رشی کھل کھلائے اور ہنس پڑے۔ اس زور کا قہقہہ لگایا کہ اس کی بازگشت کی صدا سے تمام جنگل گونج اٹھا۔ اور وہ بولے! خوب کیوں نہ ہو پتھر روپی ہماچل سے تمہاری پیدائش ہوئی ہے۔ اور اسی وجہ سے تمہارا نام پاربتی رکھا گیا ہے۔ تمہارا جسم تو پتھر ہی کا ہے مگر عقل پر بھی پتھر پڑ گئے ہیں۔ تم نے آخر نارد کی بات کیوں سنی ان کے اپدیش کو سن کر تمہارا گھر اجڑ جائیگا۔ اسی نارد نے پہلے دکش کے لڑکوں کو اپدیش دیا۔ اور وہ ایسے گمراہ ہوئے کہ پھر گھر واپس نہیں آئے۔ اسی نے چتر کیتو کا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ پھر ہرن کشیپ کے بیٹے پرہلاد کی خبر لی۔ اور وہ اپنے باپ ہی کی بربادی کا باعث ہو گیا جو مرد اور عورت نارد کی باتوں میں آجاتے ہیں۔ وہ گھر بار چھوڑ کر بھکاری ہو جاتے ہیں یہہ شخص [illegible]

دردر اور کنگال بنا دیتا ہے۔ ایسے گورو کے پھندے میں پڑکر تم بھول گئی ہو۔ ایسے شوہر کا خبط تم کو ہوا ہے۔ جو فطرتاً ویراگی ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا ہے۔ شیو میں نہ کوئی گن ہے۔ نہ کوئی وصف ہے وہ بے حیا۔ بدحیثیت گلے میں آدمیوں کی کھوپڑیوں کا مالا پہنتا ہے نہ اس کے گھر ہے نہ دوار ہے۔ برہنہ مادرزاد جسم سے سانپ اور کنکھجورے لپٹے ہوئے رہتے ہیں۔ ایسے شوہر کو پاکر تم کو سکھ کیا ملیگا۔ افسوس! تم ایک ستری سودائی دیوانہ کی باتوں میں آگئی ہو۔ دنیا جانتی ہے اس بے عزت اور بے حیا شیو نے پہلے ستی کے ساتھ بیاہ کیا تھا مگر اس کو چھوڑ دیا۔ وہ بے چاری دکش کی یگیہ شالا میں جل بھن کر خاک ہو گئی اب یہ شیو خوب لمبی تان کر سکھ کی نیند میں سو رہا ہے۔ بھلا جو شخص بھیک مانگ کر کھاتا ہے اور در در مارا مارا پھرتا ہے۔ اس کے گھر میں کوئی عورت کیسے رہ سکیگی اب بھی تم ہٹ سے باز آجاؤ۔ ہمارا کہنا مان جاؤ۔ ہم تمہارے دل سے ہمدرد ہیں۔ تمہاری بھلائی چاہتے ہیں۔ ہم نے تمہارے واسطے اچھا بر تجویز کر رکھا ہے۔ ویدراتدن اس کی جس گاتے رہتے ہیں۔ وہ بے عیب ہے۔ وہ سارے گنوں کی کھان ہے۔ لکشمی پت۔ بیکنٹھ کا رہنے والا۔ کہو یہ منظور ہے کہ نہیں۔

پہاڑ اور پربت سے میری پیدائش ہوئی ہے۔ میرے جسم۔ دل اور دماغ سب ہی پتھر جیسے ہیں جب میں پاروتی ہوئی۔ تو پھر کیوں پربت کی طرح مجھ میں ہٹ نہ ہوگی۔ جیسا نام ویسا گن۔ تن چاہے چھوٹ جائے۔ مگر میں پرن نہیں چھوڑوں گی۔ سونے کو دیکھو پتھر ہی سے تو وہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر جلانے سے بھی نہیں جلتا۔ اور نہ اپنا سوبھاؤ چھوڑتا ہے۔ نارد کے بچن کو تو میں کبھی نہ چھوڑونگی چاہے گھر بسے۔ اور چاہے گھر اجڑے۔ اس کا مجھ کو بالکل ڈر نہیں ہے۔ جس کو گورو کے بچن پر پرتیت نہیں ہوتی ہے۔ وہ سدھی شکتی کیا خاک حاصل کریگا۔ اور اس کو خوشی کیا خاک ملے گی۔!

شیوجی تمہاری سمجھ میں عیب کے بھنڈار ہی سہی اور وشنوجی تمام گنوں کے کھان سہی! مگر مجھ کو کیا۔ میں نے تمہاری باتیں سن لیں۔ اور سمجھ لیں۔ مجھکو تو کام شیوجی مہاراج سے ہے۔ وشنو سے کام نہیں ہے۔ جس سے اور جس میں جس کا من لگا ہوا ہے۔ اسی سے اس کو واسطہ رہتا ہے۔ تم اگر پہلے ملتے تو شاید میں تمہارا اپدیش سنتی۔ اب یہہ جنم تو شنبھو ہی کے لئے ارپن ہو گیا ہے مجھ کو اتنی فرصت کہاں ہے کہ کسی کے گن اور دوش کا بچار کروں۔ اگر تم کو بیاہ کرانے کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ اور بیاہ کرائے ہوئے بغیر چین نہیں آتا ہے۔ تو جاؤ دنیا میں ہزاروں کیا۔

بے شمار بر اور کنائیں ہیں ۔ ایک کی دوسرے سے بدھی ملاتے رہو۔ اپنا تماشہ دیکھو۔ اور اوروں کو بھی دکھاؤ میرا وقت تم کیوں ناحق خراب کر رہے ہو ۔ ایک کیا۔ میں تو کروڑوں جنم تک بھی اس ہٹ کو کبھی نہ چھوڑوں گی ۔ اگر شادی کروں گی تو شیوجی کے ساتھ کرونگی اگر نہیں تو جنم بھر یوں ہی کنواری بیٹھی رہوں گی اجی! اور کو تو میں کیا کہوں ۔ اگر شیوجی بھی آپ آکر خود ہزار مرتبہ مجھ سے درخواست کریں گے، تب بھی تو میں نارد کے اُپدیش کو نہ چھوڑوں گی۔ اب دیا کرو۔ بہت دیر ہو گئی ہے تم کو اپنے گھر کے کام کاج بھی کرنے ہونگے میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں ۔ اب مجھ کو کچھ نہ کہو ۔ اور تم اپنا اپنا راستہ لو۔

سپت رشی یہہ باتیں سن کر دنگ رہ گئے اور ہاتھ باندھ کر بولے! بھوانی ! تمہاری جے ہو ۔ تم جگت کی ماتا ہو۔ تم بھگوان شیو کی مایا ہو۔ تم ہمارے بچنوں پر دھیان مت دو۔

اس طرح استتی کر کے سپت رشی پاربتی کے چرنوں میں مستک جھکا کر چلے گئے ۔

بائیسواں پرکرن

دیوتاؤں کا کام دیو کو شیوجی کے جگانے کی رغبت دینا

نیک و بد دونوں ہی مرجاتے ہیں اوروں کے لئے
سمجھو اس رمز کو تب بھید حقیقت کا کھلے

کھیت جل کر جو ہوا خاک تو یہہ آپ سے گلے
بد کو بدکاری میں اس راہ پر چلتے دیکھا
مشتعل آگ سے ہر چیز کو جلتے دیکھا
جسم و جان وقفِ جہاں کرتے ہیں مردان نکو
تا کہ دنیا کو ملے۔ برکت دینکی اُن سے
اُن کے دل میں نہیں خودغرضی کا رہتا ہے خیال
ذات سے ان کے ہر ایک شخص کو کچھ حصّہ ملے
آپ مرتے ہیں تو اوروں کو جلا دیتے ہیں
پیاسے خود رہتے ہیں پیاسوں کو پلا دیتے ہیں

سپت رشیوں نے ادھر تو ہماچل کو پاربتی کے گھر لانے کی ہدایت کی اور ادھر شیو جی کو اس کا سچا حال سنایا۔ شیو پاربتی کے سچے پریم کا سماچار سن کر خوش ہو گئے۔ اور اس خوشی کی حالت میں ان کو جو پھر رام کی بھگتی کا تصور ہوا۔ تو وہ بیٹھے بیٹھے ہی محویت میں چلے گئے اور ان کی اکھنڈ سمادھی لگ گئی۔ عجیب تماشہ ہے۔ دنیا داروں کو ہزار کوئی بھگتی بھاؤ کی باتیں سنائے ان کا دل پھر بھی یکسو نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ چنچل کا چنچل ہی بنا رہتا ہے۔ اور یہاں دنیا کی باتوں سے ہی سمادھی لگ جاتی ہے

ان کی آنکھ کے کھلتے ہی سب ... [illegible]
یہہ حال دیکھ کر دیوتا گھبرا گئے ۔ اسی وقت تارک اسُر کا بھی
ظہور ہوا جس نے اپنی بدعت اور سختیوں سے دیوتاؤں کا ناک
میں دم کر دیا۔ ان کو بردان تھا کہ جب تک شیوجی کا لڑکا میدان
جنگ میں آکر اُن کی مدد نہ کریگا۔ تب تک لڑائی میں اس دیت

یوگی ۔ گیان اور سنت اپنے پیرد کاروں کو دھیان کے
پختہ کرنے کی ہدایت کیا کرتے ہیں ۔ دھیان کے پختہ کرنے میں دیر
لگتی ہے ۔ یہہ کام جلدی کا نہیں ہے ۔ مگر شیوجی کی طبیعت فطرتاً
واقع ہوئی ہے ۔ ان کو بتایا گیا ۔ پاروتی کے پریم کا حال مگر ان کا اپنا
پریم چو رام جی کے چرنوں میں تھا ۔ وہ ابھر اُٹھا ۔ اور سمادھی لگ
گئی ۔ وہ سمادھی برسوں کی ثابت ہوئی ۔ کس کو حوصلہ ہوتا ہے کہ شیوجی
کو اس حالت سے بیدار کرے دل کے یکسو رکھنے والے کو چھیڑنے
کی طاقت کس میں ہے ۔ کپل رشی کو راجہ سگر کے لڑکوں نے چھیڑا

یہہ ... ہیں ... ہے ۔

گون سمجھتے ہیں ۔ اور یہ ما نفی لوگ دین کو کمہ اور د...

سمجھتے ہیں جس کا پلہ بھاری ہوتا ہے ۔ وہی نیچے ...

... ہے ۔ جس خیال میں مضبوطی ہوتی ہے ۔ وہی ط...

... اکے ... لتا ہے ۔ یہہ مسلمہ

فتح نہ ہو گی۔ مگر اس وقت شیو جی کی تو استری بھی نہیں
اگر از سر نو ان کی شادی ہو تو کام بنے۔ جب دیوتا تھک
گئے۔ وہ برہما جی کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کہ
تم سے بیاہ نہ کریں گے۔۔۔

تیسواں پرکرن
کام دیو کا بھسم کیا جانا

دیوتاؤں کو سر جھکا کر کام دیو کیلاش کی طرف روانہ ہو گیا راستہ چلتے ہوئے وہ دل میں سوچتا جاتا تھا۔ شیوجی کے ساتھ مخالفت کرنا میرے موت کی نشانی ہے۔ مگر میں کیا کروں، میں لاچار ہوں۔

وہ کیلاش کی چوٹی پر پہونچا۔ اس کی چوٹی برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ تب اس نے اپنے دل سے خیالی دھاروں کے مضبوط رسّے نکالے۔ اور تمام عالم کو ان سے کس کر باندھ لیا۔ اور جب اس کے اندر سے کام۔ شہوت۔ نفسانیت کی دھاریں نکلنے لگیں ساری کائنات ان کے زیر اثر آگئی دھرم۔ کرم۔ پراؤں ٹوٹ گئی۔ برہمچریا۔ جپ۔ تپ۔ سنجم۔ نیم۔ دھیرج گیان۔ دگیان سداچار۔ یوگ بیراگ۔ بویک وچار سب پریشان ہو کر منتشر ہو گئے اور ادھر ادھر بھاگنے لگے بویک تمیز رخصت ہو گئی۔ مقدس کتابیں۔ پہاڑوں کی گپھاؤں میں پناہ تلاش کیں۔ بڑا وقت آگیا ہر جگہ کھلبلی پڑ گئی۔ یا بھگوان! کیا ہونے والا ہے۔ کون دھیر! آدمی ہے جو اپنے ایک سر کو کام دیو کے پھولوں کے تیروں سے محفوظ رکھ سکے۔ جتنے متحرک اور غیر متحرک ارواح استری پُرش

نے روپ لی۔ کیں۔ سب شرم و حیا کو چھوڑ کر کھلم کھلا نفسانیت کی زندگی بسر کرنے لگیں۔ کام نے سب کے دلوں پر اپنی غلامی کی مہر لگا دی ہے اور کائنات کے قلمرو میں اپنا زبردست سکہ بٹھا دیا ہے۔ بیل اور لتائیں مست ہو ہو کر درختوں کے تنوں سے لپٹنے لگیں۔ ندیوں میں جوش آ گیا۔ وہ سمندر سے ہمکنار ہونے کے لئے دوڑنے لگیں۔ تالاب اور کنوئیں آپس میں ملنے لگے۔ یہ غیر متحرک عالم کی حالت تھی۔ ہوا میں رہنے والے پرند۔ جنگل میں پھرنے والے درند۔ آبی اور خشکی کے جانور سب اس کے زد میں آ گئے۔ کام دیو نے سب کو اندھا بنا دیا۔ چکوری رات دن چکور کے طرف ہی دیکھنے لگی۔ دیو۔ دیت۔ انسان حیوان۔ کنّر۔ سانپ۔ کنکھجورے۔ بھوت۔ پشاچ۔ بتیال سب پر کام نے چھاپا مارا۔ جو لوگ نفسانیت اور شہوت کے غلام ہیں ان کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ سدّھ۔ منی۔ یوگی تک اس کے بس میں آ گئے ہیں تپسوں اور ریاضت پسندوں کی نگاہ میں دنیا استری روپ بن گئی ہے۔ کہاں وہ اس کو برہمہ دیکھتے تھے۔ اور کہاں اب اس کو استری مے دیکھنے لگے ہیں۔ استریوں کی نگاہ میں جگت پُرش مے ہو گیا۔ صرف دو ہی لمحہ تک کام دیو نے اپنی لیلا دکھائی ہے۔ اور اس تھوڑے سے وقت میں ہر جگہ ہل چل مچ گئی ہے کون ایسا تھا جو اس کام کے زیر اثر نہ آیا ہوگا۔ جس پر رام کی دیا ہی

ہو گی۔ وہ بجے ہوں گے۔ اس طرح کا ساج سجا کر کام دیو تن تنہا شیو جی کی طرف گیا۔ دنیا تو عیش و عشرت میں محو تھی صرف ایک شیو جی کی ذات پاک محفوظ رہی تھی۔ اس نے شیو جی کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھا۔ دل میں خوف کی حالت طاری ہوئی۔ مگر اس نے دیوتاؤں کی سبھا میں شیو جی کے جگانے کا بیڑہ اٹھالیا تھا۔ شیو جی پر کیسے حملہ کرے آناً فاناً میں بسنت رُت کا منظر دل سے نکالا۔ درخت لہلہا اٹھے ہر چہار طرف پھول کھل گئے۔ ہوا کے جھونکوں سے درختوں کی شاخیں جھومنے لگیں۔ بن۔ پربت۔ اُدھر سب دیکھتے دیکھتے ہرے بھرے باغوں کی طرح سبز پوش ہو گئے۔ جدھر نگاہ جاتی ہے۔ فضاء کا عالم ہے۔ مردوں کے سڑے گلے قالبوں میں تازہ روح پھونک دی ہے سنتیں۔ مند۔ شوگند ہوائیں بہنے لگیں۔ تالابوں میں بغیر موسم کے کمل کھل گئے۔ بھونروں کا ہجوم ان کے اردگرد منڈلانے لگا کوئل کلولیں کرتے ہوئے چہچہانے لگے اپسرائیں ناچنے لگیں۔ ساری کائنات راجہ اندر کا اکھاڑا بن گئی جس کو دیکھئے عیش و عشرت کا راگ الاپ رہا ہے۔ کام دیو نے اس طرح شیو جی کے دل پر حملہ کر دیا۔ مگر اس کا کوئی ان کے دل پر اثر نہیں ہوا۔ تب نے غصہ میں آکر زور کے ساتھ پھولوں کے تیر کو چلا ہی تو دیا۔ شیو جی کی سمادھی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے سوچا یہ بات کیا ہے۔ تیسری آنکھ کھولی

آم کے درخت پر تیر و کمان لئے ہوئے کام دیو بیٹھا ہوا نظر آگیا
اس نے دوسرے تیر کا ان کے دل کو نشانہ بنا دیا۔ شیو جی غیظ و غضب
میں آگئے۔ ان کا ایک نظر سے دیکھنا تھا۔ کام دیو جل کر راکھ ہو گیا
اور وہ بسنت کے رت کا ٹھاٹ باٹ دم کے دم میں ایسا غائب ہو گیا
گویا پہلے اس کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ دنیا میں کہرام مچ گیا۔
دیوتا ڈر سے۔ دیت خوش ہو گئے۔ شہوت پرستوں کا جی چھوٹ گیا۔ عشق
پرستوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ یوگیوں کو نعمت غیر مترقبہ ہاتھ آگئی۔ وہ لوگ
کہنے لگے چلو اچھا ہوا۔ یہہ روز روز کا جھگڑا آپ ہی آپ مٹ گیا ہے
رتی کام دیو کی استری نے جب دیکھا کہ اس کے شوہر کو شیو جی نے
ہلاک کر دیا ہے۔ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ جب ہوش میں آئی
روتی اور بلاپ کرتی ہوئی شیو جی کے چرنوں میں گری۔ ناتھ! آپ نے
مجھکو بیوہ کر دیا۔ اب میں پتی کے بیوگ میں کیسے جیوں گی۔ آشوتوش
شیو دکھیوں اور دینوں کے مدد کرنے والے شیو کو رحم آگیا۔ بولے۔ جو ہونے
کو تھا۔ وہ ہو گیا۔ اے رتی! تو فکر نہ کر۔ آج کے دن سے تیرا شوہر
"اننگ" یعنی بے جسم والا کہلائیگا۔ وہ صرف لطیف رہے گا۔ کثافت
سے پاک صاف اور جسم کے قید و بند سے آزاد وہ اپنے لطیف اثر سے
سب کو مفتوں کرتا رہے گا۔ جب یادو کل میں کرشن کا اوتار ہو گا بھگوان
سنسار کا بھار اتارنے کو آئیں گے۔ تب ان کے گھر میں تیرا شوہر پیدا ہوگا

یہ دیا بھی کرتے ہیں۔ پاروتی نے آپ سے
خود ہی رتی سے اس کے شوہر کے دوبارہ زندہ کرنے کا وعدہ
کو چرنوں میں قبول کیجئے۔ شیو جی مسکرائے۔ رام کی بات ادا
کر بولے۔ بہت اچھا ایسا ہی ہوگا۔
دیوتاؤں کو یہ بات سن کر جو خوشی ہوئی
خوشی

... اور ... ان کا تجزیہ ...

ن تو رکھیں گے۔ تمہارا یہ کہنا شیو جی نے کام کو بھسم کر دیا

بیان اور بھرم کی باتیں ہیں۔ آگ کے پاس برف کو جانے کی

نہیں ہوتی ہے۔ اگر خواہ مخواہ برف کو آگ کے پاس جانے کا

تو پھر اس کا پگھلنا قدرتی بات ہے۔ کام نے شیو پر حملہ

سزا مل گئی ہوگی۔ میں تو ...

ی نہیں ہو سکتا ہے۔

کی صدا بلند ہوئی اور شیو جی پر پھر

یہ خوش خبری سن کر

انوں کو سن کر خوش ہو گئے ۔ اور پاروتی
کار کرنے کے بعد پھر ہماچل کے
نے کا واقعہ کہہ سنایا پہلے تو وہ دکھی